سہ ماہی　　　　　　　　　　نئی دہلی

خبرنامہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

جلد نمبر:۱۱	جولائی تا ستمبر ۲۰۱۷ء	شمارہ نمبر:۴

ایڈیٹر

(مولانا) محمد ولی رحمانی

خط و کتابت کا پتہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

76A /1، مین مارکیٹ اوکھلا گاؤں، جامعہ نگر، نئی دہلی-۲۵

Tel:. 011-26322991, 26314784

E-mail: aimplboard@gmail.com / Web: www.aimplboard.in

پرنٹر و پبلیشر سید نظام الدین نے اصیلہ آفسیٹ پرنٹرس دریا گنج نئی دہلی-۲ سے چھپوا کر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ 76A /1، مین مارکیٹ اوکھلا گاؤں، جامعہ نگر، نئی دہلی-۲۵ سے شائع کیا

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	اسمائے گرامی	صفحہ
۱	پیغام	(حضرت) مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۳
۲	ابتدائیہ	(حضرت) مولانا محمد ولی رحمانی	۵
۳	دین میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں	حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ	۷
۴	زمانہ کے تغیرات اور شرعی احکام	حضرت مولانا سید منت اللہ صاحب رحمانیؒ	۱۲
۵	اصل تہذیب ''مذہب اسلام''	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی صاحبؒ	۱۳
۶	قانون شریعت سے ہم برادران وطن کو واقف کرائیں	حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمیؒ	۱۴
۷	کارروائی اجلاس مجلس عاملہ بورڈ لکھنؤ	مولانا رضوان احمد ندوی	۱۵
۸	طلاق شدہ خواتین اور خاندان کی ذمہ داریاں	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۲۱
۹	اپنے ایمان کا جائزہ لیجئے!	مولانا عبدالباسط ندوی	۲۶
۱۰	بورڈ کی سرگرمیوں کا مختصر خاکہ	ڈاکٹر محمد وقار الدین لطیفی ندوی	۲۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیغام

(حضرت مولانا) سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم
صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا قیام اس وقت عمل میں لایا گیا، جب یکساں سول کوڈ عائد کرنے کی آواز اٹھی تھی، اس کو شریعت اسلامی کے تابعدار حضرات نے شریعت اسلامی کے احکام کے خلاف دیکھتے ہوئے نامناسب قرار دیا، شریعت اسلامی کے احکام خالق کائنات اللہ رب العزت کی طرف سے فرزندان اسلام کو عطا کئے گئے ہیں، ان کو بدلنے یا ختم کرنے کو قبول نہیں کیا جا سکتا، ان کی حفاظت کے فریضہ کی ادائیگی ضروری تھا۔

شریعت اسلامی کو فرسودہ اور از کار رفتہ سمجھنے والے صرف امت اسلامیہ سے باہر کے ہی لوگ نہیں تھے، امت اسلامیہ سے نسبت رکھنے والے بعض مغربی فکر کے حامل حضرات بھی تھے، اور اب بھی ایسے لوگ ہیں، جن کو یہ تلاش رہتی ہے کہ شریعت کے کسی حکم کو موجودہ ترقی یافتہ عہد کے مطابق نہ دیکھنے پر اس کے بدلنے کے لئے شریعت اسلامی میں مداخلت و تبدیلی کی صورت کی حمایت کریں، چنانچہ طلاق کے سلسلہ کو بہت اچھا عنوان سمجھا، اور ایسا پروپیگنڈہ کیا کہ شریعت اسلامی کے وفادار حضرات میں سے متعدد حضرات بھی اس کے ہمدرد ہو گئے، حالانکہ طلاق اور طلاق ثلاثہ کو ان سے وابستہ جو مصلحت ہے اس پر غور کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی، اس کو سمجھنے کے لئے نکاح کی مصلحت و ضرورت کو بھی سمجھنا تھا، کیونکہ مسئلہ کے دونوں پہلو ایک دوسرے سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔

نکاح اسلام میں اللہ تعالی کی طرف سے مرد و عورت کے درمیان شخصی تعلق کا ذریعہ ہے، اور ایک دوسرے کے فطری تعلق کا ذریعہ ہے، اور انسانی نسل کے جاری رکھنے کا ذریعہ ہے۔ اس کو انسانی سطح پر منظم رکھنے اور بے اعتدالی اور لاقانونیت سے بچانے کے لئے اس کا ضابطہ مقرر کیا گیا ہے، وہ عورت کی طرف سے اپنے فطری جذبات کو شریفانہ انداز سے پورا کرنے کا طریقہ ہے، وہ اپنے ذوق و پسند کا لحاظ کرتے ہوئے مرد کے ساتھ زندگی بھر رفاقت کی طالب ہوتی ہے، مرد بھی اسی جذبہ کے تحت قبول کرتا ہے، یہ ایجاب و قبول ہے، جو معاہدہ کے طور پر ہوتا ہے، اور دونوں کے درمیان اس سے

حقوق مقرر ہوتے ہیں، جن کا لحاظ کرنا ہوتا ہے، عورت کے اخراجات وحفاظت کی ذمہ داری مرد کے ذمہ ہوتی ہے، اور جو اولاد پیدا ہو اس کے مصارف وضروریات کی ذمہ داری بھی مرد پر ہوتی ہے، عورت کے ساتھ اس تعلق کے قائم ہو جانے پر دونوں کے مابین رفیقانہ تعاون ہوتا ہے، دونوں کے درمیان اگر کوئی شدید اختلاف پیدا ہو جائے تو یہ اختلاف نا قابل حل حد تک پہونچ جائے تو معاہدہ کو ختم کرنے کی اجازت ہوتی ہے، بیوی کو یہ بات پیش آئے تو خلع کے ذریعہ علیحدگی اختیار کر سکتی ہے۔

مرد کو یہ بات پیش آئے تو وہ طلاق کے لفظ سے یا اسی کے ہم معنی لفظ کے ذریعہ اس تعلق کو ختم کر سکتا ہے، اور اس کا طریقہ یہ بتایا گیا ہے کہ پہلے ایک طلاق دی جائے، پھر ایک ماہ بعد دوسری طلاق دے، اور اس درمیان صلح کی صورت ممکن ہو تو دونوں اپنی رفاقت کی طرف واپس ہو جائیں، دو طلاقوں تک صلح کی گنجائش رہتی ہے، اور اگر اختلاف نا قابل برداشت حد تک پہونچ جائے اور فوراً علیحدگی کی ضرورت پیش آجائے تو تین طلاقوں کو ایک ساتھ دے کر علیحدگی کرنے کی اجازت ہوتی ہے، لیکن تین طلاق دینے سے بچنے کی سخت تاکید کی گئی ہے، اس کی بنا پر اور بعض فقہی مسلکوں میں تین طلاقیں بہر حال نہ دینی چاہئے، اور کوئی دے گا تو اس کو ایک مانا جا سکتا ہے، بہر حال تین طلاق ہوں یا ایک اور دو، بعض حالات میں ناگزیر ہو جاتی ہیں، جبکہ مسئلہ کا حل اس کے بغیر نہیں ہوتا۔

اور طلاق جیسا کہ اوپر اظہار کیا گیا چونکہ اللہ تعالی کے حکم کے تحت دی جاتی ہے، اور قرآن میں اس کا ذکر ہے، لہذا وہ بدیہی معاملہ ہے، لہذا کسی کو اس میں اپنی رائے چلانے کی اجازت نہیں دی جا سکتی، اور ملک کے دستور کے لحاظ سے مذہبی معاملہ ہونے پر کورٹ کو بھی اس میں تغیر وتبدل کرنا نہیں تھا، لیکن کورٹ نے اپنا فیصلہ دیا، اور اس فیصلہ سے مسلمان عورت کے لئے مذہبی حکم اور عدالت کے فیصلہ کے درمیان کش مکش کی صورت پیدا ہوگئی، جس کو اہل فقہ کے مشورہ سے عورت کو عمل میں لانا ہے۔

ابھی پچھلے دنوں مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری صاحب کی طرف سے ایک خط، بورڈ کی منظور کردہ قرارداد اور ہدایات کے ساتھ ساتھ تجاویز وہدایات بوقت نکاح وطلاق آپ سبھوں کی خدمت میں روانہ کئے گئے ہیں اور خط میں دی گئی ہدایتوں کے مطابق حکومت کے سربراہوں کے پتوں پر کثیر تعداد میں بھجوانے کا اہتمام کرائیں۔

اداریہ

مولانا محمد ولی رحمانی
جنرل سکریٹری بورڈ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب نبوت سے سرفراز فرمایا گیا تو اس کے بعد احکام شریعت کا نزول شروع ہوا، ایمان کے بعد پہلے دعوت وانذار کا حکم دیا گیا، پھر مکی زندگی ہی میں نماز کا حکم آیا، ہجرت کے بعد جماعت، جمعہ، روزہ، زکوٰۃ، حج، شراب کی حرمت اور حلال وحرام کے دوسرے احکام آئے، یہاں تک بالکل آخر آخر میں سود کی حرمت کا حکم نازل ہوا، یہ تمام احکام جن کا تعلق واجبات سے بھی ہے اور محرمات سے بھی، اِن کے نفاذ کے لئے نہ پولیس کا انتظام کیا گیا نہ فوج کا، اور نہ انٹلی جنس کا شعبہ قائم ہوا، ہر مسلمان رضا کارانہ طور پر خوش دِلی سے شریعت کے احکام کو بجالاتا تھا، اللہ کی محبت اس کو نیکیوں پر آمادہ کرتی تھی، اور اللہ کا خوف گناہوں کی طرف بڑھتے ہوئے قدموں کو تھام لیتا تھا، یہاں تک کہ جن گناہوں پر سخت سزائیں مقرر کی گئی ہیں، اگر کسی سے اس کا صدور ہوجاتا تو وہ خود آکر اپنے آپ کو پیش کرتا اور اُس پر وہ سخت سزا نافذ کی جاتی؛ اس لئے حقیقی مومن وہی ہے، جو اللہ کی محبت میں اور اللہ کے خوف سے اپنے آپ کو شریعت پر قائم رکھے۔

اس وقت ملک کے جو حالات ہیں، بالخصوص طلاق کے مسئلہ میں سپریم کورٹ کے فیصلہ کے بعد جو صورت حال سامنے آئی ہے، اس میں شریعت کے تحفظ اور اپنے مذہبی تشخصات کے بچاؤ کے لئے مضبوط راستہ یہی ہے کہ مسلمان خود اپنی مرضی سے رضا کارانہ طور پر شریعت پر عمل کرنے لگیں، ایسے ادارے قائم کریں جو آپسی نزاعات میں شرعی اصولوں کے مطابق مصالحت کی کوشش کرے، مصالحت کی شکل نہیں نکل پائے تو اپنے امام مسجد، دارالقضاء کے قاضی، علماء اور سماج کے بزرگ حضرات کی مدد سے معاملہ طے کرلیا جائے اور اختلافات کو نمٹایا جائے، اس طرح ہم جلد، سستا آسان انصاف حاصل کرسکیں گے، ڈھیر ساری رقمیں جو بے فائدہ خرچ ہوجاتی ہیں، ان کو بہتر کام میں خرچ کیا جاسکے گا، اور یہ عدالتوں کا بھی تعاون ہوگا کہ اُن پر مقدمات کا بڑھتا ہوا بوجھ کم ہوگا۔

اس لئے سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلہ کے پس منظر میں ''مسلم پرسنل لا بورڈ'' نے طے کیا ہے کہ اصلاح معاشرہ کی تحریک کو ایک مہم کی طرح بڑھایا جائے، اسے شہر شہر، گاؤں گاؤں اور محلّہ محلّہ پہونچایا جائے، لوگوں میں سماجی زندگی کا شعور پیدا کیا جائے، انہیں اخلاقی قدروں کی طرف دعوت دی جائے، اور ایک مثالی دینی اخلاقی معاشرہ تعمیر کیا جائے، اگر ہم نے اپنے آپ کو اس پر کاربند کرلیا اور اس میں کامیاب ہوگئے تو ہمیں نہ عدالت کے دروازے کھٹکھٹانے کی ضرورت پیش آئے گی اور نہ اپنے مطالبات کو لے کر حکومت کے سامنے جانا پڑے گا۔

کسی بھی ملک کی ترقی سماج کے امن وامان سے مربوط ہوتی ہے، جہاں امن کا ماحول رہتا ہے، وہاں لوگ سرمایہ کاری کرتے ہیں، معاشی ترقی ہوتی ہے، ملک سے باہر بھی ملک کا وقار بلند ہوتا ہے، اور اس کی نیک نامی ہوتی ہے؛ اس لئے مشہور ہے کہ چور بھی اپنے محلے میں

چوری اور ڈاکو بھی اپنی بستی میں ڈاکہ ڈالنے سے بچتا ہے؛ لیکن بدقسمتی کی بات ہے کہ ہماری حکومت خود ہی ملک میں امن شکن ماحول کو بڑھاوا دے رہی ہے، اور جو لوگ نفرت کی آگ سلگانا چاہتے ہیں، ان کو پٹرول فراہم کرنے پر تُلی ہوئی ہے۔

اس صورت حال میں ایک داعی امت کی حیثیت سے مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ جس طرح انہوں نے جنگ آزادی کے موقع پر ہندو مسلم اتحاد کا جھنڈا اپنے ہاتھوں میں لیا تھا، اب پھر ملک کی یکجہتی اور اتحاد کے لئے اپنے قدم بڑھائیں اور تمام ہی برادرانِ وطن بالخصوص پسماندہ طبقات کو اپنے ساتھ لیں؛ کیوں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ہزاروں سال سے اونچی ذات والوں کے ظلم کے شکار ہیں، اور آج بھی اسی صورت حال سے دوچار ہیں، مظلوموں کے اتحاد سے بکھری ہوئی طاقتیں اکٹھا ہو جائیں گی، اور ہم انصاف کی لڑائی میں کامیابی حاصل کر سکیں گے، ''مسلم پرسنل لا بورڈ'' نے اس پہلو پر خصوصی توجہ دی ہے، اور بحمد اللہ اس کے بہتر نتائج سامنے آرہے ہیں، ضرورت ہے کہ مسلمان اس کام کی اہمیت کو سمجھیں اور گاؤں کی سطح سے شہر تک اِس کے لئے کوشش کریں۔

ذرائع ابلاغ کا کام غیر جانبداری کے ساتھ سچائی کو لوگوں تک پہنچانا ہے، یہ اُن کی پیشہ وارانہ ذمہ داری ہے؛ لیکن اسے کیا کیجئے کہ اِس وقت ذرائع ابلاغ نے اپنی اِس ذمہ داری سے منہ پھیرتے ہوئے خالص جانبدارانہ رنگ اختیار کر رکھا ہے، اور مظلوم کو ظالم بنا کر پیش کرنے کا کردار ادا کر رہا ہے، یہ صورت حال بڑی خطرناک ہے، حکومت کو صحیح راستے پر قائم رکھنے میں میڈیا کا اہم کردار ہوتا ہے، اس کا فریضہ ہے کہ حکومت کو اس کی کمزوریوں پر توجہ دلاتا رہے، مظلوموں، کمزوروں اور دبے کچلے لوگوں کے حق میں صدائے احتجاج بلند کرتا رہے، عوام کے درمیان اتحاد کا پُل بنے، اختلاف کی خلیج کو پُر کرے اور امن وآشتی کی فضا پیدا کرے؛ اسی لئے اسے ریاست کا چوتھا ستون قرار دیا جاتا ہے۔

۲۰۱۴ء کے بعد پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ ذرائع ابلاغ حکومت اور چند کارپوریٹ گھرانوں کا آلۂ کار بن گیا ہے، وہ ایک مخصوص طبقہ کی ظلم وزیادتی کو چھپاتا ہے، سچائی کو مسخ کرتا اور جھوٹ کو پھیلاتا ہے، اور اس نے مکمل طور پر ایک فریق اور جانبدار کا روپ اختیار کر لیا ہے، اس سے پرنٹ میڈیا اور الکٹرانک میڈیا میں بمشکل ایک دو کا استثنا کیا جاسکتا ہے، اور حکومت کی صورت حال یہ ہے کہ وہ اپنے خلاف کھلنی والی ہر زبان کو تراش دینا چاہتی ہے، ایک غیر معلنہ ایمرجنسی ہے جو اس وقت ملک میں نافذ ہے۔

کسی درجہ میں اس صورت حال کے تدارک کی اگر کوئی کوشش ہو سکتی ہے تو وہ سوشل میڈیا ہے، جس میں ابھی تک اظہار خیال کی آزادی میسر ہے؛ اس لئے مسلمان اداروں اور شخصیتوں کو چاہئے کہ وہ اس کا استعمال کرتے ہوئے قوم وملک تک اپنی بات پہنچائیں اور بتائیں کہ سچائی کیا ہے؟ اس کا مفید اور مثبت استعمال نہ صرف سچائی اور حقیقت کو پیش کرنے اور جھوٹ کا پردہ فاش کرنے کے لئے کیا جاسکتا ہے؛ بلکہ معاشرہ کی اصلاح، منکرات وفواحش کی روک تھام، مثبت ذہن سازی اور نئی نسل کی تربیت کے لئے بھی ہوسکتا ہے، ''مسلم پرسنل لا بورڈ'' نے موجودہ صورت حال کو دیکھتے ہوئے اِس طرف خود بھی توجہ کی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ دوسرے ملی ادارے، تنظیمیں اور شخصیتیں بھی اِس کی طرف توجہ کریں اور بہتر طور پر اِس ذریعۂ ابلاغ کا استعمال کریں، حالات اِس وقت یقیناً ناگفتہ ہیں؛ لیکن کوئی رات نہیں جس کی صبح نہ آئے؛ اس لئے ہمیں مایوس بہ ہر حال نہیں ہونا چاہئے۔

❁❁❁

دین میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں

حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ

ہمیں ملانے والی چیز صرف اللہ کا نام اور اس کا مستند کلام ہے اور ہمارے دین کی اساس کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہی ہمیشہ کی طرح آج بھی ہمارے اس ملی اتحاد کا سرچشمہ ہے ہم اللہ کے نام سے زندگی حاصل کرتے ہیں اور اسی کے کلام کو اپنی زندگی کا قانون سمجھتے ہیں اور اللہ کے سچے رسول خاتم النبین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدسی صفات کو کمالات خداوندی کا نمونہ اور اپنی دنیا و آخرت کا کامل و مکمل رہنما اور مربی یقین کرتے ہوئے ان ہی کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کو اپنی زندگی کا آخری مقصد سمجھتے ہیں۔"

ہر دور میں تاریخ کا ظہور کسی نہ کسی شکل میں ہوتا رہا ہے۔ اس دور کا تاریخی ظہور یہ ہے کہ ملت اسلامیہ کے مختلف مکاتب فکر کے علماء، دانشور اور رہنما وحدت کلمہ کی بنیاد پر ایک نقطۂ وحدت پر جمع ہیں۔ اس کی روشنی میں اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق توحید و رسالت اور جذبہ وحدت کی جو امانت امت کو سپرد کی گئی تھی ہم اس کی حفاظت کے فریضہ کو فرض کی طرح ادا کرنے بیٹھے ہیں۔ بلاشبہ یہ امانت ہمیں جان و مال اور آبرو سے زیادہ عزیز ہے۔ ہم اپنی جانوں سے دست بردار ہو سکتے ہیں مگر اس ازلی اور ابدی امانت سے دست بردار نہیں ہو سکتے۔

اسلام عام مذاہب کی طرح کوئی خاندانی، وطنی یا قومی قسم کی روایات کا مذہب نہیں ہے بلکہ روایت در روایت کے لحاظ سے اس کی ہمہ گیر فطرت کی خود اپنی ہی ایک مستقل اور امتیازی شان ہے۔ اسلام ایک ایسی مملکت ہے جس کی سرحدیں اٹل ہیں اور وہ سرحدیں خداوندی دستور سے بنی ہوئی ہیں جو قلعہ بند شہر پناہ کی مانند ہیں۔ زمانہ کی کسی بھی ضرب سے نہ وہ ٹوٹ سکتی ہیں اور نہ ہل سکتی ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ کچھ لوگ ان سرحدات سے باہر نکل جائیں مگر یہ ان کی تعدی ہوگی حدود اپنی ہی جگہ اٹل رہیں گی۔"

اسلام عام مذاہب کی طرح کوئی خاندانی، وطنی یا قومی قسم کی روایات کا مذہب نہیں ہے بلکہ روایت در روایت کے لحاظ سے اس کی ہمہ گیر فطرت کی خود اپنی ہی ایک مستقل اور امتیازی شان ہے۔ اسلام ایک ایسی مملکت ہے جس کی سرحدیں اٹل ہیں اور وہ سرحدیں خداوندی دستور سے بنی ہوئی ہیں جو قلعہ بند شہر پناہ کی مانند ہیں۔ زمانہ کی کسی بھی ضرب سے نہ وہ ٹوٹ سکتی ہیں اور نہ ہل سکتی ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ کچھ لوگ ان سرحدات سے باہر نکل جائیں مگر یہ ان کی تعدی ہوگی حدود اپنی ہی جگہ اٹل رہیں گی۔"

آج پرسنل لا کے نام سے ان میں تبدیلیوں کا مواد بنام اصلاح وترمیم پیش کیا جا رہا ہے۔ کیا حقیقتاً یہ کوئی اصلاح اور اصلاحی تحریک ہے؟ یہ اصلاح اسی قسم کی ہے جسے قرنِ اول کے منافقین **انما نحن مصلحون** کے نعرے کے ساتھ لے کر کھڑے ہوئے تھے لیکن عالم الغیب والشہادہ نے کھلا اعلان فرمادیا کہ **الا انھم ھم المفسدون ولکن لا یعلمون** ہم اپنے دین و دانش کے لحاظ سے یہ تسلیم نہیں کرتے کہ مسلم پرسنل لا میں تبدیلی کی تحریک کوئی اصلاحی

تحریک ہے۔ بلکہ دور بین سے دیکھئے یا خورد بین سے صاف نظر آئے گا کہ یہ ایک سیاسی تحریک ہے جو ہندو کوڈ بل سے پیدا ہوئی ہے۔ یہ سیاست اپنے پاس ہی رکھئے۔ ہندوستان کا دستور مذہب اور سیاست کو الگ الگ قرار دیتا ہے تو آپ ہمارے مذہب کے معاملہ میں اپنی سیاست ملا کر حکومت اور عوام کو ناراض کرنے کی کوشش کیوں کر رہے ہیں؟

آپ کا دعویٰ ہے کہ حکومت ریفارمس چاہتی ہے اور ہم مصلح ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ ملک میں سماجی برائیوں، اخلاقی گراوٹوں، اور غلاظتوں کے جو ڈھیر لگے ہوئے ہیں حکومت کے قانون، حکام کی طاقت اور نام نہاد مصلحین کی اصلاحی مہم کا رخ اس طرف کیوں نہیں۔ مجھے اس وقت ایک سخت لفظ کہنے پر معاف کیجئے کہ وہ سماج کتنا دَیُّوث ہے جو لاکھوں ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو بازار میں بیٹھنے کی اجازت دیتا ہے اور چار شادیوں کی خاص شرائط اور عدل و دیانت کے ساتھ محض اجازت پر اعتراض کرتا ہے۔ اور اس غلاظت پر مظلوم قسمت کی ماری گنہگار عورتوں پر کتنے مرد ظلم توڑتے ہیں نہ کوئی پابندی عائد کرتا ہے اور نہ کوئی دارو گیر کا روادار ہے۔ آج بھی اس ملک میں ایسے فرقے ہیں جو اسی اسی بیویاں رکھتے ہیں اور سماج ان کے بارے میں چوں تک نہیں کرتا۔ لیکن اسلام نے سماج کے اس وحشی دستور کے خلاف قانون کو محدود کر کے اگر چار کی گنجائش رکھی اور وہ بھی کڑی شرائط کے ساتھ اور وہ بھی اس بے قید غلاظت سے سماج کو پاک رکھنے کے لئے تو مصلحین کی ٹولیاں قانون کے پشتارے لے کر دوڑ پڑیں۔ ملک کے ایسے سرپھرے مصلحین کو مسلم پرسنل لا کے بارے میں کچھ کہنے سے پہلے سو بار خود شرمانا چاہئے تھا جنہیں بے شرم سماج کو ٹوکنے تک کی بھی ہمت نہیں۔ ان میں اسلام کے فطری اور اعلیٰ و ارفع قانون پر حرف زنی کرنے کی ہمت کہاں سے پیدا ہوئی۔ بیشمار بچوں کی تعداد پر تو پابندیاں عائد کی جائیں مگر بے شمار گناہوں پر پابندیاں عائد کرنے کا کوئی جذبہ نہ ابھرے۔ خواہ وہ کتنی ہی تعداد میں ہوں۔ کہیں بھی ہوں۔ کتنے ہی شرمناک انداز میں ہوں۔ تباہ حال اچھوتوں کا کیا حال ہے۔ غریب ہندو عورتوں کا کیا حال اور قال ہے۔ جوان نسل کے لڑکے لڑکیاں کن کن سماجی مصیبتوں میں مبتلا ہیں، جھونپڑوں میں عورتوں کی عزت اور عصمت کیسے دردناک حالات سے دوچار ہے وہاں کوئی مصلح کوئی لیڈر اس اصلاحی مہم کو لے نہیں پہنچتا......اگر کوئی ایسا اصلاحی مہم لے کر اٹھے تو میں اعلان کرتا ہوں کہ ہم سب ان مصلحین کے پروگراموں کا آخر تک ساتھ دیں گے......شاید ان گناہوں کی پردہ پوشی کے لئے پرسنل لا کے چند مسائل کو ہدف بنا کر ان میں ترمیمات اور اصلاحات کے نعرے لگائے جا رہے ہیں یا ممکن ہے اقلیتوں کو جذباتی ہیجان میں مبتلا رکھنے کی کوئی تدبیر ہو...... بہرحال نعرہ زنوں کا انداز قد ہر لباس میں عریاں ہے خواہ وہ آہن کا لباس پہن کر آئیں یا سماج و معاشرہ کی اصلاح کا۔ لیکن اگر ان میں سے کوئی فرد دین خداوندی میں ترمیم و تبدیلی کا نعرہ بزعم خود کوئی اصولی بات سمجھ کر لگا رہا ہے تو میں اس اجتماع کے موقع پر اپنے تمام علماء کرام اور دانشوران محترم کی طرف سے یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ ہم اپنے اس عقیدے پر اٹل ہیں کہ جس طرح خدائے بزرگ و برتر نے اپنے نظام خلق کو اپنی سچی فطرت پر قائم کیا ہے جس میں تبدیلی ناممکن ہے کہ **لا تبدیل لخلق الله** اسی طرح اس نے اپنے نظام امر کو بھی جس کا نام دین ہے اپنی اسی فطرت کی اساس پر قائم کیا ہے اس لئے اس میں بھی تبدیلی ممکن نہیں **لا تبدیل لکلمات الله**.

اسی لئے ہم نہ صرف مسلمانوں بلکہ اس ملک کے عظیم رہنماؤں اور دانشور حکام سے کہتے ہیں اور بڑے خلوص سے کہتے ہیں کہ ہم یکساں سول کوڈ کے منصوبے کو مسترد کر کے اپنے اس عقیدے کا اعلان کرتے ہیں کہ مسلم پرسنل لا میں پارلیمنٹ کے ذریعہ ہو یا حکومت کے راستے سے یا کسی اسمبلی کی سفارش سے کوئی تبدیلی نہیں کی جا سکتی کیونکہ اسلام کا قانون فطرت الٰہی پر قائم ہے اور وہ ناممکن التبدیل ہے۔

دین سے ناواقف اور بزعم خود واقف کار ایک طبقہ کچھ جزئیات لے کر کھڑا ہوا ہے اور ان میں ترمیم کا مطالبہ کر رہا ہے۔ گویا اسے سارا دین چھوڑ کر جب اس میں کہیں بھی جگہ نہ ملی تو ان چند جزئیات کو ہدف بنا کر سامنے آیا

ہے اور بزعم خود اس نے گویا بڑی فلسفیت اور زعیمی کا کارنامہ انجام دیا ہے۔ ان ساری خرابیوں کی جڑ بنیاد مذہب کے بارے میں ان لوگوں کا سیاسی تصور ہے۔ یہ لوگ دین اور خدائے برتر کو بھی معاشی نقطۂ نظر اور پیٹ ہی کی خاطر سمجھنا چاہتے ہیں۔ اور اس کے لئے انہوں نے ایک کلیہ ایجاد کر رکھا ہے جس کے یہ گل کھل رہے ہیں اور وہ یہ کہ مذہب انسان کا نجی اور پرائیوٹ معاملہ ہے اس تصور کی نامعقولیت سے تھوڑی دیر کے لئے الگ ہو کر اس کے آثار کو دیکھا جائے تو مشاہدات ہی سے اس اصول کا کھوکھلا پن سامنے آجاتا ہے۔ اگر لوگ اسلام کے تمام معاملاتی اور اجتماعی کاموں کو اپنی ناقص اور جزوی عقلوں سے طے کرنے لگیں گے تو دین وحی الٰہی اور نقل صحیح کی حکومت سے نکل کر عوام الناس کی عقلوں کے زیر حکومت آجائے گا، حالانکہ دین وحی الٰہی اور مستند نقل صحیح کی بنیادوں پر قائم ہے نہ کہ عقلی اختراعات اور اوہام وخیالات پر جس سے ان کے لئے دینی شعبوں میں کتر بیونت کی گنجائش پیدا ہو...... عقلوں میں تفاوت ایک مشاہدہ بات ہے عوام ہوں یا خواص عقلیں سب کی ایک درجہ کی نہیں ہیں اور نہ ہوسکتی ہیں، ظاہر ہے کہ جب دین اور اس کے تمام معاملاتی پہلوؤں کی مجوز یہی جزوی عقلیں ہونگی تو دین طرح طرح کے خیالات کا ایک کھلونا بن کر رہ جائے گا، اور جتنی علقلیں ہوں گی اتنے ہی مذہب تیار ہو جائیں گے جس سے نفس دین ہی سرے سے گم ہو کر رہ جائے گا......

مسلم پرسنل لا کا مسئلہ پندرہ بیس سال پرانا نہیں جیسا کہ بعض حضرات یہی خیال کئے ہوئے ہیں...... یہ مسئلہ اور اس کے بارے میں علماء کا اقدام ودفاع سو سال پرانا ہے۔ ۱۸۵۷ء کے بعد جب انگریزوں کا اقتدار مستحکم ہوگیا تو ورثاء انبیاء نے سب سے پہلے مسلم پرسنل لا ہی کے تحفظ کی فکر کی۔ ۱۸۶۷ء میں جب دارالعلوم کی بنیاد پڑی تو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس اللہ سرہٗ نے سب سے پہلے ان ہی عائلی قوانین کے اجراء کی فکر کی۔ غیر رسمی آغاز سے عہدۂ قضاء قائم کیا۔ اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کو قاضی مقرر فرمایا جس کے تحت عائلی مسائل طے ہونے لگے۔ انگریزوں کی طرف سے رکاوٹیں ڈالی گئیں۔ مسلمان نامی لوگوں کو ہی اس سلسلہ کو ختم کرنے کے لئے آگے بڑھایا گیا۔ بہر حال تغیر احوال سے ان کے دور کے ساتھ اس نظام کا دور بھی ختم ہوگیا۔ لیکن مسلم پرسنل لا کے تحفظ کی جو داغ بیل ڈالی گئی تھی وہ دلوں کی سرزمین پر قائم ہوگئی۔

مسلم پرسنل لا پر حملہ اور اس کا دفاع

انگریزوں کے اقتدار پر نصف صدی بھی نہیں گزری تھی کہ ہندوستانیوں میں سیاسی حقوق طلبی کا داعیہ پیدا ہوا۔ عامۃ الناس کی سیاسی جماعتوں نے سیاسی مطالبات پیش کئے لیکن مذہبی مطالبات کو نظر انداز کر دیا۔ جسے پرسنل لا کے کالعدم ہوجانے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے علماء نے اس مسئلہ پر میمورنڈم تیار کیا جو دس دفعات پر مشتمل تھا۔ حضرت مولانا حافظ محمد احمدؒ مہتمم خاص دیوبند کی سربراہی میں یہ مؤقر وفد دہلی پہنچ کر وزیر ہند سے ملا۔ اور میمورنڈم پیش کیا۔ جس میں صفائی سے ظاہر کیا گیا کہ مسلمانوں کے عائلی مسائل میں گورنمنٹ کوئی ایسا ایکٹ وضع نہ کرے جو شرعی قانون سے متصادم ہو۔ اس میمورنڈم میں بنیادی مطالبے دو تھے ایک یہ کہ ہندوستان میں مسلم پرسنل لا کے اجراء کے لئے محکمۂ قضاء قائم کیا جائے چونکہ شرعی اصول پر بہت سے مسائل کی تنفیذ کے لئے مسلم حاکم شرط ہے۔ اس کونسل میں ہر فرقہ کے نمائندہ علماء ممبر ہوں اور مسائل کا فیصلہ ہر فرقہ کے اپنے فقہی اصول پر ہو...... دوسرا یہ کہ مسلمانوں کے مذہبی شعائر مساجد، مدارس، مقابر، اوقات، خانقاہوں اور دوسرے دینی رفاہ عام کے تحفظ ونگرانی اور نظم ونسق کے لئے شیخ الاسلام کا عہدہ قائم کیا جائے جو ان تمام شعائر کو تنظیم کے ساتھ چلانے کا ذمہ دار ہو۔

ان مطالبات پر اس دور کے تقریباً پانچ سو علماء کے توثیقی دستخط حاصل کئے گئے جو آج بھی دارالعلوم کے محافظ خانہ میں محفوظ ہیں۔

اس کے بعد ۱۹۲۹ء میں ہندوستان میں مسلم اوقاف کی تنظیم کا مسئلہ اٹھا جو مسلم پرسنل لا ہی کا اہم جزو تھا، گورنمنٹ نے ایک کمیٹی مقرر کی جس نے استفساری سوالات ملک کے مختلف حلقوں میں بھیجے۔ حضرت مولانا

حبیب الرحمٰن عثمانیؒ مہتمم سادس دارالعلوم کواس کا استفساری مراسلہ موصول ہوا۔جس کا اصولی جواب بھیجا گیا۔

پھر برطانوی حکومت ہی کے زمانہ میں شاردا ایکٹ کا مسئلہ اٹھا جو مسلم پرسنل لا کا ایک مستقل جزو تھا، حضرت مولانا تھانوی (اشرف علی تھانوی) قدس سرہٗ نے ایک مستقل رسالہ میں شاردابل کے بنیادی محرکات اور عمر نکاح کے شرعی قانون میں ترمیم کئے جانے کی تردید کے ساتھ اس پر پیش کردہ اشکالات کا حل پیش کیا۔اوراس پر مناسب وقت تک جدوجہد کی گئی۔

پھر برطانیہ ہی کے دور میں انھیں عائلی مسائل کوشرعی قوانین کے مطابق طے کرنے کے لئے حضرت مولانا ابوالمحاسن سجاد صاحبؒ نے بہار میں امارت شرعیہ قائم فرمائی۔(۱۹۲۰ء) آج تک الحمد للہ قائم ہے۔اور آج اس کے امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانی صاحب رحمانی ہیں۔یہ امارت مسلم پرسنل لا کی عملی صورت اور ترمیم وتبدیلی کے اوہام و خرافات کا عملی جواب بنی ہوئی ہے۔......

پھر ۱۹۴۷ء کے انقلاب اور تقسیم ملک کے بعد گورنمنٹ کی طرف سے تنسیخ زمینداری کا مسئلہ اٹھا جس کا اثر اوقاف کی زمینوں پر بھی پڑتا تھا جو پرسنل لا ہی کا بنیادی جزو تھا اس بارے میں ایک وفد جس میں یہ ناکارہ بھی شامل تھا، دہلی میں مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کی خدمت میں پیش ہوکر گفت وشنید کی پھر مولانا ہی کی ہدایت پر دوبارہ لکھنؤ جاکر پنڈت پنتھ وزیر اعلیٰ یوپی سے ملا، اور بموجودگی دیگر وزراء یوپی کونسل اور چیئرمین اوقاف سے اس مسئلہ پر بحث وتمحیص کی......

علماء حق نے نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی......اور آخر کار پرسنل لا کے تمام مسائل پر مفتی محمد شفیع صاحب سابق مفتی دارالعلوم نے ایک مبسوط رسالہ بنام ''ہمارے عائلی مسائل'' شائع کیا جس میں تمام پیش پا افتادہ موانع کو جن کی آڑ میں ترمیم قانون کی صدائیں بلند کی گئی تھیں معقول اور منقول انداز سے رد کرکے ان کا شرعی حل پیش کیا فرمایا......

آج پرسنل لا پر وہی وقت گزر رہا ہے جو سو برس میں بار ہا گزرا...... نیز آج بھی وہی مسلم کہلانے والے کچھ لوگ اس کی ترمیم وتبدیلی کے نعرے لئے ہوئے کھڑے ہیں جن کا پرانا روگ ایک ہی ہے اور وہ شرعی مسائل کو لادینی فکر یا معاشی یا سیاسی نقطۂ نظر سے دیکھنا اور سوچنا...... حالانکہ وہ ان مسائل اور ان کی حقیقی بنیادوں سے نہ قطعاً واقف ہیں، اور نہ ہی ان کے سمجھنے کے ذوق سے آشنا ہیں۔''

حیرتناک بات یہ ہے کہ ان مسائل کے خلاف جس شوراشوری سے مشکلات کا ڈھول پیٹا جارہا تھا ان میں سے کوئی ایک مشکل بھی کمیٹی کے سامنے ایسی نہیں آئی کہ اسے عام معمول بہ پہلو کے خلاف کسی غیر معمول بہ پہلو کی ترجیح و انتخاب سے کام لینا پڑا ہو۔کیونکہ عموماً پیش کردہ مشکلات کچھ تو ازقسم حیلہ جوئی ہیں کہ اپنی سہل انگاری اور کم ہمتی کی وجہ سے لوگوں نے عمل تو خود نہیں کیا اور خود ساختہ مشکلات کا الزام شریعت کے سر تھوپ دیا۔

بعض مشکلات رسمی اور رواجی قسم کی ہیں جو رسم ورواج کی کورانہ پابندیوں ماحول کی خرابیوں، اور غیر طبعی جکڑ بندیوں سے پیدا شدہ ہیں مگر جب شریعت کا موضوع یہی جاہلانہ رسوم ورواج کو مٹا کر اسوہ ہائے نبوت پر دنیا کو لگانا ہے تو شریعت کو تو حق ہے کہ ان رسوم اور ان کے ماحول میں ترمیم و تغیر کرے، لیکن رسوم ورواج کو قطعاً حق نہیں ہے کہ وہ شریعت میں ترمیم

علماء حق نے نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی......اور آخر کار پرسنل لا کے تمام مسائل پر مفتی محمد شفیع صاحب سابق مفتی دارالعلوم نے ایک مبسوط رسالہ بنام ''ہمارے عائلی مسائل'' شائع کیا جس میں تمام پیش پا افتادہ موانع کو جن کی آڑ میں ترمیم قانون کی صدائیں بلند کی گئی تھیں معقول اور منقول انداز سے رد کرکے ان کا شرعی حل پیش فرمادیا......

کرنے کے لئے آگے بڑھیں۔

بعض مشکلات خیالی اور وہمی قسم کی ہیں کہ ایک طبقہ کو غلام اور محروم فرض کرکے شریعت کے دیئے ہوئے حق سے اسے زائد حق دلوائے جانے کا شور مچایا گیا ہے درآنحالیکہ اس مقررہ حق سے زائد حق دیئے جانے میں کتنے ہی دوسرے اہل حق کی حق تلفیاں مضمر ہیں۔

شک اندازوں کے سامنے زبان زد طریق پر حقوق کی کمی کا پہلو تو آ گیا مگر لاعلمی کی وجہ سے تلافی کا پہلو نہ آیا۔ درآنحالیکہ شریعت نے ہر انسانی طبقہ کو اس کی خلقی اور فطری اور ساتھ ہی عقلی اور شعوری خصوصیات ہی کی بقدر حقوق واختیارات وفرائض عطا کئے ہیں۔ جو کمال عدل واعتدال پر مبنی ہیں، اور ظاہر ہے کہ معتدل اور جامع احکام سے روگردانی اور تجاوز ہی کا نام افراط وتفریط اور ظلم ہے جسے مٹانے کے لئے یہ فطری شریعت بھیجی گئی ہے۔

بہرحال مسلم پرسنل لا کے مسائل کے سلسلہ میں جس قدر بھی زبان زد مشکلات کمیٹی کے سامنے آئیں، ان میں کوئی بھی مشکل اصولی رنگ لئے ہوئے نہیں تھی اور اگر اصولی رنگ بھر کر کسی چیز کو اصولی کہا بھی گیا تو وہ فرضی اور خود ساختہ اصولی تھی، غرض نہ کوئی جزوی مشکل سامنے آئی نہ اصولی، بلکہ محض ناتربیت یافتہ دماغوں کی اپج، لاعلموں کی خیالی مشکلات بےعملوں کی حیلہ جوئی اور اسیران رسوم ورواج کی پہلو تہی...... اور یا پھر دانا دشمنوں کی خوردہ گیریاں تھیں۔ جن کی وجہ سے قانونی توسعات تلاش کرنے کی کمیٹی کو کوئی ضرورت پیش نہیں آئی۔

مسلم پرسنل لا میں دو ہی قسم کے مسائل ہیں یا کتاب وسنت میں منصوص ہیں یا کتاب وسنت سے ماخوذ، منصوص مسائل میں تو کسی ترمیم وتبدیلی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ کتاب وسنت کا کوئی بدل ہی نہیں کہ ان کے مسائل کا کوئی بدل ممکن ہو، رہے اجتہادی مسائل تو اجتہاد کا بدل اجتہاد ہوسکتا ہے بشرطیکہ اصل اجتہاد پر عمل کرنے کی کوئی صورت باقی نہ رہے لیکن اگر یہ شرط نہ لگائی جائے تو اجتہادی مسائل میں بھی انتخاب اور ترجیح کا سوال پیدا نہیں ہوسکتا۔ چہ جائیکہ ردوبدل یا ترمیم وتنسیخ کا سوال پیدا ہو۔

ہمارا بنیادی مقصد پرسنل لا کا تحفظ اور فتنہ ترمیم سے اس کا بچاؤ کرتے ہوئے تمام مکاتب فکر کے اہل علم وفضل اور دانشوروں کو یہ اعلان کرنا ہے کہ مسلمانان ہند اپنے پرسنل لا سے نہ کسی طرح دستبردار ہوسکتے ہیں نہ اس میں کسی طرح کی ترمیم وتبدیلی گوارا کرسکتے ہیں۔ اور نہ ہی کسی ایسے مشترک قانون کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں جو پرسنل لا کے کسی ایک جزئیہ پر بھی اثر انداز ہو۔ خواہ وہ سول کوڈ ہو یا مشترکہ قانون سازی...... بالفاظ دیگر مسلمان اپنی معاشرتی اور ثقافتی خصوصیات اور امتیازات کو فنا کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں جن پر ان کے ملی وجود کی عمارت کھڑی ہوتی ہے، رہے وقت کے تقاضے تو اسلام کے جامع اور معتدل احکام میں وقت کے کون سے تقاضے ہیں جو پورے نہیں ہوئے یا نہیں ہوسکتے۔

''آج اگر شدید ضرورت ہے تو مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کی تاکہ وہ اسلام کے قانون کو سمجھیں اور خلوص نیت کے ساتھ اسے استعمال میں لائیں۔ اسی کے ساتھ ایک ایسی راہ عمل ہموار کردینے کی ہے جس پر پرسنل لا خود اپنی ہی معنوی قوت سے تعمیری انداز میں چلے اور آگے بڑھے جس کا عملاً چلتے رہنا ہی اس قسم کے فتن اور وسوسہ اندازیوں کا سدباب اور عملی جواب ہے۔

گورنمنٹ کا ایک اعلان جیسا کچھ بھی ہو بہرحال یہ ہے کہ پرسنل لا میں اس وقت تک کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی جب تک کہ مسلمان خود ہی اس کی خواہش نہ کریں اس مقام پر تمام مکاتب فکر کے ذمہ دار نمائندے متفقہ طریقے پر اعلان کرتے ہیں کہ...... ہم پرسنل لا سے کسی حالت میں بھی ایسے مشترک قانون کو کسی طرح قبول نہیں کرسکتے جو پرسنل لا کے کسی جزئیہ پر بھی اثر انداز ہو بلکہ اسی کے ساتھ اگر ہم یہ بھی کہیں کہ پرسنل لا کے سلسلہ میں تبنیت اور ملازمین سرکار پر تعدد ازدواج کے بارے میں جو پابندیاں عائد کی گئی ہیں وہ مسلمانوں کی حد تک اٹھالی جائیں تو گورنمنٹ کے اس اعلان کی صداقت غیر مشتبہ ہوجائے گی۔

۞۞۞

زمانہ کے تغیرات اور شرعی احکام

حضرت مولانا سید منت اللہ صاحب رحمانیؒ

عصری رجحانات اور زمانے کے تغیرات اور سیاسی وسماجی انقلابات کے نتیجے میں احکام شرع کے اندر تبدیلی کی کوئی گنجائش ہے کہ نہیں اور اگر ہے تو اس کے لئے طریقۂ کار کیا ہوسکتا ہے۔ اس سلسلہ میں اولاً تو اس بات کو پوری طرح سمجھ لینا چاہئے کہ شریعت اسلامیہ کے بنیادی اصول قرآن و سنت کے قائم کردہ حدود کو توڑ کر جو راہ بھی اختیار کی جائے گی وہ دین سے روگردانی اور گمراہی کی راہ ہوگی، علامہ ابن قیمؒ نے رائے کی تین قسمیں بتائی ہیں: ''بلا شبہ باطل رائے۔ صحیح رائے۔ اور ایسی رائے جس میں تردد ہو''۔

رائے باطل کی انہوں نے چند قسمیں کی ہیں وہ فرماتے ہیں: ''پہلی وہ رائے جو نص کے مخالف ہو اور اس کا فساد و بطلان بالکل واضح ہے، اس سے فتویٰ دینا درست ہے اور نہ فیصلہ کرنا، اگرچہ کوئی اسے کسی بھی قسم کی تاویل وتقلید کے سبب کیوں نہ اختیار کرے''

کہ رائے کو وحی پر مقدم کردینا اور خواہشِ نفس کو عقل پر مقدم کردینا یہی سارے بگاڑ کی جڑ ہے'' اور جسے بھی کچھ عقل ہے وہ سمجھتا ہے کہ دنیا کی بربادی اور اس کا بگاڑ صرف رائے کو وحی پر، اور خواہشات کو عقل پر مقدم کرنے اور ترجیح دینے کے سبب پیدا ہوا''

جہاں یہ صورت حال پیدا ہوجائے کہ وحی پر رائے اور عقل پر خواہش نفس مقدم کردی جائے تو حق کی جگہ باطل اور ہدایت کی جگہ گمراہی پیدا ہوگی۔ ''اور جب یہ دونوں فاسد بنیادیں کسی دل میں جاگزیں ہوجاتی ہیں، تو اس دل کی ہلاکت بھی مستحکم ہوجاتی ہے۔ اور اگر کسی قوم میں یہ چیز پیدا ہوجاتی ہے تو اس کا معاملہ بھی پوری طرح تباہی کے کنارے پہنچ جاتا ہے، پس خدا شاہد ہے کہ اس قسم کی غلط آراء سے کتنے ہی حق مٹ چکے ہیں اور کتنے ہی باطل وجود میں آئے ہیں۔ اور اسی قسم کی آراء سے بہت سی ہدایتیں دفن کی گئی ہیں، اور گمراہیوں کو زندگی ملی ہے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ اس قسم کی آراء ایمان کے قلعوں کو منہدم کرنے اور شیطان کے طریقہ کو آباد کرنے کا ذریعہ بنی ہیں''۔

اس لئے دین کے بارے میں نصوص شرعیہ سے آزاد ہوکر قواعد شرع کو نظر انداز کرکے کوئی راہ اختیار کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دین کے مقاصد فوت ہوجائیں گے اور دین اور احکام الٰہی سے بغاوت کی راہ کھل جائے گی۔

بہرحال جس طرح یہ ایک عظیم الشان غلطی ہے اسی طرح عصری رجحانات، زمانے اور حالات کے تغیر اور ضرورت وحرج کو نظر انداز کردینا بھی کچھ کم غلط نہ ہوگا، اس لئے کہ **شریعت اسلامیہ اگر نئے حالات کی رعایت نہ کرسکی اور علماء اسلام زمانہ کے پیدا کردہ نئے مسائل کا جواب نہ دے سکے اور فقہ قدیم کی جزئیات پر جمود کی راہ اختیار کی گئی تو آہستہ آہستہ دین سے بیزاری کے رجحانات پیدا ہوں گے۔**

نئے مسائل کا حل تلاش کرنا ہوگا

ان حالات کی بنیاد پر میرے نزدیک صحیح راہ یہ ہے کہ ایک طرف مقاصدِ شریعت اور روح احکام پر پوری نگاہ رکھی جائے دوسری طرف اصول و کلیات اور اشباہ ونظائر کو سامنے رکھ کر نئے مسائل کا حل نکالا جائے اور زمانے کے تغیر کی وجہ سے پیدا ہونے والی مشکلات کو دور کیا جائے، یہی وہ راہ تھی جسے صحابۂ کرامؓ اور اکابر علماء نے ہر دور میں اختیار کی ہے۔

اصل تہذیب ’’مذہب اسلام‘‘

(جس کو آخری پیغمبر ﷺ لے کر آئے)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

دعوت وجدوجہد کی چیز دراصل صحیح اور غیر فانی مذہب ہے جس کو اللہ کے پیغمبر ہر ملک اور ہر دور میں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری اور دائمی طور پر لے کر آئے، انہوں نے اس کے ذریعہ سے انسانوں کو دنیا اور آخرت کی فلاح کا پیغام دیا، خالق سے ٹوٹا ہوا رشتہ جوڑا، توحید خالص کا سبق پڑھایا، حساب کتاب کی اخروی زندگی کا منتظر بنایا، نیکی اور بدی کے معین حدود بتلائے اور اخلاق ومعاشرت وحقوق باہمی کے وہ بے خطا اصول و ضوابط عطا کئے جن پر ہر دور میں حیات انسانی کی تنظیم ہوسکتی ہے اور مدنیت صالحہ وجود میں آتی ہے، ان کے احکام پر عمل کرنے سے خود بخود ایک زندگی پیدا ہوتی ہے جو افراط وتفریط اور ہر طرح کی بے اعتدالیوں سے پاک ہوتی ہے، ایک معاشرہ قائم ہوتا ہے جو امن وسکون، اطمینان قلب، اشتراک و تعاون اور اعتدال وتوازن کا بہترین نمونہ ہوتا ہے اس کی بنیادیں ٹھوس لیکن اس کی فضا وسیع ہے۔ اس میں فولاد کی طرح بیک وقت صلابت اور لچک دونوں موجود ہیں یہ وہ زندگی اور معاشرہ ہے جس پر کسی قوم ونسل کی چھاپ اور کسی قومیت اور وطنیت کا ٹھپہ نہیں۔ یہ انسانیت کی دولت مشترکہ ہے جس میں کسی قوم اور ملک کی اجارہ داری نہیں، اس سے نہ چین کو انکار ہوسکتا ہے نہ ہندوستان کو عار، نہ ایران کے لئے وحشت کی کوئی وجہ ہے نہ یورپ کے لئے گریز کی کوئی راہ، پرامن اور کامل زندگی کے لئے اس کے سوا کوئی نمونہ ہی نہیں۔

آپ کا جی چاہے تو آپ اس زندگی کو بھی تہذیب کہہ سکتے ہیں جو ان عقائد واحکام سے وجود میں آئی ہے لیکن آپ اس کو عربی تہذیب یا ایرانی تمدن نہیں کہہ سکتے اس کو کسی ملک اور قوم اور اس کے طرز تعمیر اور فنون لطیفہ سے دلچسپی نہیں اور وہ کسی قومی تمدن یا ملکی تہذیب کی نمائندہ اور وکیل نہیں، ہر ملک میں اس کا تجربہ کیا جاسکتا ہے اور ہر قوم اس کو اپنا سکتی ہے مٹ جانے والے تمدنوں پر اس کی بنیاد نہیں، ایمانیات وعقائد اور غیر متبدل حقائق پر اس کی بنیاد ہے جو نبی دنیا میں لے کر آئے، اس لئے اس کے مٹنے اور دوبارہ زندہ کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں۔

’’ضرورت ملک وقوم کی سطح پر ایک اسلامی معاشرہ کی ہے جو دنیا کے لئے نمونہ بن سکے اور لوگوں کو دعوت فکر اور دعوت انقلاب دے، اسی لئے نبی کی بعثت کے ساتھ......ایک پوری امت کی بعثت عمل میں آئی......اس دعوت اور اس امت نے ایک ایسے آزاد، معیاری ومثالی اسلامی معاشرہ کا نمونہ پیش کیا جس کے نمائندے کسی پہاڑ کی چوٹی یا کسی جزیرہ میں الگ تھلگ زندگی نہیں گذار رہے تھے، ان کے ساتھ حکومت کی ذمہ داریاں بھی تھیں، دولت بھی تھی، طاقت بھی تھی، تجارت اور ذرائع معاش بھی تھے، اور باہر کی دنیا سے تعلقات بھی، انھوں نے زندگی کا ایک نیا نقشہ کامیاب بنا کر پیش کیا۔ دنیا اسی وقت توجہ اور غور کرنے پر مجبور ہوتی ہے جب پورے معاشرہ کی سطح پر، پورے تمدن کی سطح پر، عالمگیر اسٹیج پر (جس پر تمام دنیا کی نگاہیں پڑتی ہیں) صحیح اور مکمل اسلامی زندگی کا نمونہ پیش کیا جائے، اور قوموں اور ملکوں کی نگاہیں یہ اندازہ لگاسکیں کہ اسلام کا عقیدہ انسان کی زندگی میں یہ تبدیلی پیدا کرتا ہے، اور اللہ کے یہاں سے آئی ہوئی روشنی اور ہدایت کا نور اس کی زندگی کو اس طرح چمکاتا اور سنوارتا ہے، شریعت کی تعلیمات کس طرح کا معاشرہ پیدا کرتی ہیں، کس طرح کے اخلاق پیدا کرتی ہیں، جب تک یہ نہ ہو اس وقت تک انسانیت کیا، انسانیت کا کوئی چھوٹا سا کنبہ اور عالم انسانی کا ایک چھوٹا سا گوشہ بھی توجہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔‘‘

❁ ❁ ❁

قانون شریعت سے
ہم برادران وطن کو واقف کرائیں

حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمیؒ

ملک کی جن فسطائی طاقتوں کو مسلمانوں کا مذہبی اور تہذیبی تشخص گوارا نہیں وہ اسلام اور خاص کر اسلام کے عائلی قوانین اور خواتین سے متعلق احکام کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا کر رہے ہیں، اور اس کے لئے بعض خواتین تنظیموں کا استعمال بلکہ استحصال کیا جا رہا ہے، اس پس منظر میں یہ بات ضروری ہے کہ ہم مسلمانوں میں شریعت کے احکام اور ان کے مقاصد کا صحیح ادراک وشعور پیدا کریں، عورتوں کے بارے میں اسلام کی فراخ دلانہ تعلیمات کو اجاگر کریں، اور قانونِ شریعت کی حکمتوں اور مصلحتوں سے ان کو واقف کرائیں، ہم انہیں بتائیں کہ طلاق کی گنجائش رکھ کر عورتوں کو تحفظ دیا گیا، تاکہ طلاق کے ذریعہ اس سے زیادہ ناخوشگوار اور تکلیف دہ واقعات کو روکا جاسکے، تفریق کا اختیار عورت کے بجائے عدالت کو دینے کا مقصد یہ ہے کہ خاندانی نظام میں استحکام باقی رہے، اور علاحدگی کے واقعات کم ہوں، مغربی ممالک جہاں طلاق کا اختیار عورتوں کے ہاتھ میں ہے وہاں طلاق کے واقعات کی کثرت ہے، اور طلاق کی شرح نکاح کی شرح سے بڑھ گئی ہے۔

ہمیں اس بات کو واضح کرنا چاہئے کہ اسلام نے یقیناً ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت دی ہے، لیکن یہ عدل سے مشروط ہے، اگر کوئی شخص ایک سے زیادہ بیویوں کے درمیان عدل کی صلاحیت اپنے اندر نہیں پاتا ہو تو اسے دوسرے نکاح کی اجازت نہیں، ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً ﴾ (النساء:۳) اسلام میں ایسے تعدد ازدواج کی اجازت ہے جو ضرورت اور سنجیدہ فکر پر مبنی ہو اور جس کا مقصد محض پہلی بیوی کو ایذا پہونچانا نہ ہو، اگر سماجی نقطہ نظر سے غور کیا جائے تو بعض اوقات تعدد ازدواج خود عورت کے لئے باعثِ رحمت بن جاتا ہے، اور اس کے ذریعہ پہلے رشتہ نکاح کو باقی رکھنے میں مدد ملتی ہے------ غرض خصوصیت کے ساتھ اس زمانہ میں میڈیا کی جو اہمیت ہے اس کا ہمیں اعتراف کرنا چاہئے اور جدید ذرائع ابلاغ کو اس دور کی مضبوط طاقت تصور کر کے اسلام کی تعلیمات کو نہ صرف مسلمانوں تک بلکہ دیگر اہل مذاہب تک بھی پہنچانا چاہئے، اگر ہم میڈیا کو اسلام کی صحیح اور سچی تعلیمات کو پہنچانے کا ذریعہ نہیں بنائیں گے تو دشمنان اسلام غلط فہمیاں پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور اس کی ذمہ داری خود ہم پر عائد ہوگی، اس پس منظر میں نہایت ضروری ہے کہ ہم اپنی نئی نسل تک اس امانت کو پہونچائیں اور برادرانِ وطن کو بھی قانونِ شریعت کی اہمیت، افادیت اور حکمت ومصلحت سے واقف کرائیں، تاکہ منفی پروپیگنڈوں اور بہتان تراشیوں کا سدِ باب ہو سکے۔

❁❁❁❁

کارروائی اجلاس مجلس عاملہ بورڈ بھوپال

مرتب: مولانا رضوان احمد ندوی

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا اجلاس بتاریخ ۱۰؍ستمبر ۲۰۱۷ء روز اتوار بوقت ۱۰؍بجے دن بمقام اندرا پریہ درشنی کالج کھانو گاؤں بھوپال (ایم پی) میں زیر صدارت صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ منعقد ہوا۔ جس میں حسب ذیل اراکین عاملہ و مدعوئین کرام نے شرکت کی۔

۱۔ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب صدر بورڈ لکھنؤ
۲۔ حضرت مولانا ڈاکٹر سید کلب صادق صاحب قبلہ مجتہد نائب صدر بورڈ لکھنؤ
۳۔ حضرت مولانا سید جلال الدین عمری صاحب نائب صدر بورڈ دہلی
۴۔ حضرت مولانا سید شاہ فخرالدین اشرف صاحب نائب صدر بورڈ امبیڈکر نگر
۵۔ حضرت مولانا کاکا سعید احمد عمری صاحب نائب صدر بورڈ عمرآباد
۶۔ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب جنرل سکریٹری بورڈ مونگیر
۷۔ حضرت مولانا محمد فضل الرحیم مجددی صاحب سکریٹری بورڈ جے پور
۸۔ جناب ظفریاب جیلانی ایڈوکیٹ صاحب سکریٹری بورڈ لکھنؤ
۹۔ مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ مالیگاؤں
۱۰۔ جناب پروفیسر ریاض عمر صاحب خازن بورڈ دہلی
۱۱۔ مولانا سید ارشد مدنی صاحب دیوبند
۱۲۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد سعود عالم قاسمی صاحب علی گڑھ
۱۳۔ مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی صاحب دہلی
۱۴۔ ڈاکٹر سید قاسم رسول الیاس صاحب دہلی
۱۵۔ جناب نصرت علی صاحب دہلی
۱۶۔ جناب کمال فاروقی صاحب دہلی
۱۷۔ جناب حاجی جمیل منظر صاحب کلکتہ
۱۸۔ مولانا سید محمود اسعد مدنی صاحب (سابق ایم پی) دہلی
۱۹۔ مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب لکھنؤ
۲۰۔ مولانا خالد رشید فرنگی محلی صاحب لکھنؤ
۲۱۔ مولانا مفتی احمد بن یعقوب دیولوی صاحب گجرات
۲۲۔ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب پٹنہ
۲۳۔ جناب ایم عبدالقدیر ایڈوکیٹ صاحب الہ آباد
۲۴۔ مولانا عبدالشکور قاسمی صاحب کیرالا
۲۵۔ جناب ڈاکٹر ظہیر آئی قاضی صاحب ممبئی
۲۶۔ مولانا حافظ سید اطہر علی صاحب ممبئی
۲۷۔ مولانا ڈاکٹر یٰسین علی عثمانی بدایونی صاحب بدایوں
۲۸۔ جناب اسدالدین اویسی صاحب (ایم پی) حیدرآباد
۲۹۔ جناب الحاج عارف مسعود صاحب بھوپال
۳۰۔ جناب یوسف حاتم مچھالا سینئر ایڈوکیٹ صاحب ممبئی
۳۱۔ مولانا عبدالعلیم قاسمی بھٹکلی صاحب بھٹکل
۳۲۔ محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ دہلی
۳۳۔ محترمہ ڈاکٹر اسماء زہرا صاحبہ حیدرآباد
۳۴۔ محترمہ صبیحہ صدیقی صاحبہ حیدرآباد
۳۵۔ مولانا محفوظ الرحمٰن فاروقی رحمانی صاحب اورنگ آباد
۳۶۔ جناب انیس چشتی صاحب پونے
۳۷۔ مولانا محمود احمد خان دریا آبادی صاحب ممبئی
۳۸۔ مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب دیوبند
۳۹۔ مولانا محمد مسیح عالم جامعی صاحب بھوپال

۴۰۔ جناب محمد طاہر ایم حکیم ایڈوکیٹ صاحب	احمد آباد
۴۱۔ جناب ایم آر شمشاد ایڈوکیٹ صاحب	دہلی
۴۲۔ جناب فرید شیخ صاحب	ممبئی
۴۳۔ قاضی سید مشتاق علی ندوی صاحب	بھوپال
۴۴۔ مفتی سعید الرحمٰن فاروقی قاسمی صاحب	ممبئی
۴۵۔ مولانا محمد عطاء الرحمٰن مزار بھوئیاں صاحب	آسام
۴۶۔ جناب عبید الرحمٰن وفا صدیقی صاحب	بھوپال
۴۷۔ مفتی محمد ذکاء اللہ شبلی مفتاحی صاحب	اندور
۴۸۔ جناب منیر احمد خان صاحب	اندور

اجلاس کا آغاز مولانا قاری محفوظ الرحمٰن فاروقی صاحب کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، بعد ازاں جنرل سکریٹری بورڈ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے فرمایا کہ مجلس عاملہ کا پچھلا اجلاس ۱۶/اپریل ۲۰۱۷ء کو منعقد ہوا تھا اس کے بعد بورڈ کے ارکان ورفقاء میں سے جن اصحاب نے داعی اجل کو لبیک کہا ان میں امیر شریعت کرناٹک مولانا مفتی محمد اشرف علی باقوی بنگلور اور جناب سلطان احمد ایم پی کلکتہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، مفتی صاحب ایک جید عالم دین بورڈ کے سرگرم اور فعال رکن تھے انہوں نے بورڈ کے کاز کو آگے بڑھانے کے لئے جس دردمندی کے ساتھ اشتراک و تعاون کیا وہ ناقابل فراموش ہے، ان کی یادیں اور خدمات برسوں یاد رہیں گی۔ جناب سلطان احمد صاحب ایک سرگرم عوامی رہنما اور قانون شریعت کا احترام کرنے والے تھے۔ ماضی میں شہر کلکتہ کے اندر جو دو بڑے اجلاس عام ہوئے اس کے وہ ذمہ دار بھی تھے اور روح رواں بھی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان حضرات کا نعم البدل عطا فرمائے، اجلاس ان مرحومین کے لئے دعاء مغفرت اور ان کے پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعاء کرتا ہے بورڈ کے ارکان کے علاوہ شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور حضرت مولانا محمد یونس صاحب کے انتقال پر بھی دلی صدمے کا اظہار کیا گیا۔ حاجی جمیل منظر صاحب اور حافظ سید اطہر علی صاحب کے اظہار تعزیت کے بعد صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب نے مغفرت کی دعاء فرمائی۔

مجلس عاملہ نے ۱۵/۱۶/اپریل ۲۰۱۷ء کی منعقدہ اجلاس کی کارروائی کی توثیق کی جو ارکان عاملہ کو روانہ کر دی گئی تھی۔

ایجنڈا (۵) کے تحت عدالت عظمیٰ کی طرف سے طلاق ثلاثہ کے مقدمہ کے فیصلہ پر تمہیدی گفتگو کرتے ہوئے جنرل سکریٹری بورڈ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے فرمایا کہ سپریم کورٹ میں طلاق ثلاثہ پر جو کیس چل رہا تھا اس کا فیصلہ آ گیا ہے جو ۳۹۵/صفحات پر مشتمل ہے، یہ فیصلہ نہ صرف طلاق ثلاثہ سے متعلق ہے بلکہ فیصلہ میں کئی دوسرے اہم جز و بھی شامل ہیں اس کے قانونی نکات پر وکلا صاحبان گفتگو کریں گے کہ آنے والے دنوں میں اس کے کیا اثرات پیدا ہوں گے اور اس سلسلہ میں بورڈ کو کیا اقدام کرنا چاہئے۔ چنانچہ سینئر وکیل جناب یوسف حاتم مچھالا ایڈوکیٹ صاحب نے کہا کہ عدالتی فیصلہ کو شریعت ایکٹ کے نظریہ سے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس فیصلہ کے ذریعہ مسلم پرسنل لا پر ضرب پڑتی ہے کیونکہ قوانین اصول کے تحت آتے ہیں اگر انہیں رسم ورواج کے ذریعہ پرکھا گیا تو ضابطے بے جان ہو جائیں گے، ہم لوگوں نے پوری تیاری کے ساتھ شریعت اسلامی کے موقف سے عدالت کو مطمئن کرنے کی کوشش کی مگر پانچ رکنی بنچ میں سے تین ججوں کی رائے دو ججوں کی رائے سے مختلف ہوگئی اور تین طلاق کو کالعدم قرار دے کر مسلم پرسنل لا کے ایک حصہ پر پابندی لگا دی گئی۔ جناب ایم آر شمشاد ایڈوکیٹ صاحب نے بتایا کہ طلاق ثلاثہ سے متعلق تین ججوں نے کہا کہ طلاق بدعت مذہب کا حصہ نہیں ہے اور قرآن میں اسکی صراحت بھی نہیں ہے بعض ججوں نے تین طلاق کو غیر آئینی نہیں بلکہ غیر اسلامی کہا ہے، انہوں نے بتایا کہ ابتداء میں جب یہ ریفر ہوا تو اس وقت یہ دباؤ بنا ہوا تھا کہ طلاق ثلاثہ، حلالہ، تعدد ازدواج وغیرہ سارے معاملات آئیں گے لیکن دو تین ہیرنگ میں صرف طلاق کا ہی معاملہ زیر غور آیا، اور اس تعلق سے عدالت نے جن جن کاغذات اور شہادتوں کا مطالبہ کیا بورڈ کے وکلا صاحبان نے سب داخل کیا مگر فیصلہ خلاف توقع آیا۔

جناب ظفریاب جیلانی ایڈوکیٹ صاحب نے کہا کہ پانچ ججوں میں تین ججوں کے فیصلہ سے مستقبل میں دشواری پیدا ہوگی انہوں نے تینوں

طلاق کو بالکلیہ ختم کردیا ہے جس سے عورتوں کی حق تلفی ہوئی۔وہ کسی بھی صورت میں شوہر سے چھٹکارا نہیں پاسکتی ہے، دوججوں نے جو کچھ کہا ہے وہ قدرے ٹھیک ہے البتہ اس کے بعض گوشے تشنہ ہیں حالانکہ جو حلف نامہ داخل ہوا ہے وہ بہت سوچ سمجھ کر داخل کیا گیا ہے مگر عدالت عظمی نے اس پہلو پر توجہ نہ دی، جناب ڈاکٹر سید قاسم رسول الیاس صاحب نے کہا کہ یہ فیصلہ نہایت ہی پیچیدہ ہے فیصلہ کے وقت اسکی وضاحت ہونی چاہئے کہ یہ باتیں کس پہلو کی طرف اشارہ کررہی ہیں، اگر بورڈ عدالت کو اس رخ پر توجہ دلائے کہ اس فیصلہ کے ذریعہ عورتوں کے حقوق زد میں آرہے ہیں، تو یہ ایک مثبت قدم ہوگا ورنہ پرسنل لا ہاتھ سے نکل جائے گا۔ جناب عبدالقدیر ایڈوکیٹ صاحب نے کہا کہ اس وقت ریویو کسی طرح مناسب نہیں ہے اور یوں بھی سپریم کورٹ کے فیصلوں میں عملی طور پر 95% فیصد فیصلوں پر نظر ثانی نہیں ہوتی ہے بلکہ No لکھ کر فائل کو بند کردیا جاتا ہے۔نائب صدر بورڈ مولانا جلال الدین عمری صاحب نے فرمایا کہ اس فیصلہ کے بعد شریعت میں مداخلت کی راہ کھل گئی ہے اور اب اسکو چیلنج بھی نہیں کیا جاسکتا ہے ان حالات میں مسلمانوں کو سمجھانے کی ضرورت ہے کہ یہ فیصلہ عورتوں کے حق میں مناسب نہیں اس سے عورتوں کی حق تلفی ہورہی ہے اس کے لئے ہم کو پورے ملک میں فضا ہموار کرنی ہوگی ساتھ ہی ہم کو اس احساس کو بھی مضبوط کرنا ہوگا کہ اس مسئلہ پر بورڈ نے اچھی وکالت کی ہے یہ اور بات ہے کہ فیصلہ ہمارے لئے ناموافق رہا ہے، یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہئے کہ اس ملک میں کامن سول کوڈ نہیں بن سکتا بلکہ اس کا امکان بھی نظر نہیں آتا ہے اسلئے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے البتہ اس فیصلہ نے شریعت میں مداخلت کی راہ ہموار کردی ہے اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ جناب اسدالدین اویسی صاحب نے کہا کہ ججوں کے فیصلہ سے اندازہ ہوا کہ انہوں نے شریعت اسلامی کا مصدر صرف قرآن مجید کو تسلیم کیا احادیث، اجماع وقیاس کی کوئی حیثیت نہیں ہے اس کا مطلب ہوا کہ جب عدالت میں تقسیم جائیداد کا مقدمہ جائے گا تو عدالت کہے گی کہ اسکی وضاحت قرآن میں نہیں ہے، جہاں تک قانون بنانے کی بات ہے تو بھارتیہ مہیلا نے اس موضوع پر ایک بل مرتب کیا ممکن ہے کہ بوقت ضرورت حکومت اس سے فائدہ اٹھا کر قانون بنانے کی راہ تلاش کرے اسلئے میرا خیال ہے کہ مجلس عاملہ فیصلہ کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لینے کے لئے علماء و وکلا پر مشتمل کمیٹی تشکیل دے اور اس میں اپنی سفارشات بھی پیش کرے۔ میرا یہ بھی خیال ہے کہ ایک عوامی بیداری بھی لائی جائے اور آج کی مجلس عاملہ کا واضح موقف عوام کے سامنے لایا جائے تاکہ لوگوں کی غلط فہمی دور ہوسکے۔مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب نے کہا کہ اس عدالتی فیصلہ پر مختلف حضرات کی الگ الگ رائیں آئی ہیں لیکن بورڈ صرف قانونی پہلوؤں پر ہی نہیں بلکہ شرعی موقف کو بھی سامنے رکھے میرے مطالعہ کے مطابق عدالت کا فیصلہ بہت خطرناک ہے کہ عدالت کہتی ہے کہ ہم شریعت کو نہیں مانتے ہیں صرف قرآن کو مانتے ہیں جس سے ہماری پوری شریعت مجروح ہورہی ہے، ہم سب کو اس پہلو پر بھی غور کرنا چاہئے۔ مولانا محمد فضل الرحیم مجددی صاحب نے کہا کہ فیصلہ کو ہر جہت سے پرکھا جائے پھر کوئی رائے قائم کی جائے، اردوداں طبقہ کے لئے اس کا ترجمہ کیا جارہا ہے تاکہ علماء کرام کی جماعت اسکی شرعی حیثیت پر غور کرسکیں کیونکہ بادی النظر میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس فیصلہ کے ذریعہ مسلم پرسنل لا میں مداخلت کا دروازہ کھل رہا ہے اسلئے ہم کو اگلے مرحلے کی تیاری شروع کردینی چاہئے۔ جناب طاہر حکیم ایڈوکیٹ صاحب نے کہا کہ اس فیصلہ میں بہت سی باتوں کی گنجائش رکھی گئی ہے مگر مجموعی طور پر یہ فیصلہ ہمارے موقف کے خلاف آیا ہے۔مولانا محمود اسعد مدنی صاحب نے کہا کہ میں اپنی معلومات کے لئے دریافت کررہا ہوں کہ -----(ا) کیا ہم نے حلف نامہ میں مان لیا تھا کہ ماضی کے فیصلوں کی طرح اس فیصلہ کو بھی تسلیم کرلیں گے (۲) کیا ہم نے مان لیا تھا کہ طلاق ثلاثہ کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے (۳) کیا یہ بھی مان لیا گیا تھا کہ اگر پارلیامنٹ کوئی قانون بنائے گی تو وہ ہمارے لئے قابل قبول ہوگا۔ جناب ایم آر شمشاد ایڈوکیٹ صاحب نے جواب دیا کہ عدالت سے نکلنے کی وجہ سے پارلیامنٹ کا سہارا لیا گیا تھا کہ وہ قانون بنائے مگر اس کی دوسری کوئی وجوہات نہیں ہیں، بورڈ نے عدالت کے سامنے واضح کیا تھا کہ طلاق کا تذکرہ قرآن میں موجود ہے۔ جناب جیلانی صاحب نے مزید وضاحت کے ساتھ بتایا کہ ابھی تک عدالت نے کسی فیصلہ میں قرآن مجید کو اس قدر بنیاد نہیں بنایا

جس قدر اس فیصلہ میں بنیاد بنایا اور آیتوں کو کوڈ کیا ہے۔ ڈاکٹر یٰسین علی عثمانی بدایونی صاحب نے کہا کہ قانون داں اور وکلا کے درمیان بحث جاری ہے کہ فیصلہ کی نوعیت کیا ہے؟ بہتر یہ ہے کہ پورے فیصلہ کا تجزیہ کر کے ہمت کے ساتھ قانونی لڑائی لڑی جائے۔ ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ نے کہا کہ عدالت عظمیٰ کے اس فیصلہ کے بعد عام لوگوں کی الگ الگ رائے آرہی ہیں جس سے شک وشبہ پیدا ہو رہا ہے اور اس کے باہر غلط فہمی پھیل رہی ہے اسلئے اس وقت یہاں سے ایک متحدہ پیغام جانا چاہئے اور اس مسئلہ کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ ہمارا ایک ترجمان بھی ہونا چاہئے۔ مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی صاحب نے کہا کہ ایسے حالات میں کسی ایک فقہی مسئلہ کی ترجمانی نہ ہو قرآن وسنت اور اجماع وقیاس کو بھی سامنے رکھ کر رائے قائم کی جائے۔ مولانا خالد رشید فرنگی محلی صاحب نے کہا کہ باتیں بہت تفصیل سے آچکی ہیں میڈیا نے بھی بہت غلط فہمی پھیلائی ہے اسلئے بورڈ سوشل میڈیا کو متحرک کرے تاکہ ہم اس کے ذریعہ اپنی بات دوسروں تک پہونچا سکیں۔ جناب مولانا سعود عالم قاسمی صاحب، جناب کمال فاروقی صاحب، جناب مولانا محمود احمد خان دریا آبادی صاحب، مولانا عطاء الرحمٰن صاحب آسام اور قاضی محمد مشتاق صاحب نے اس ایجنڈا پر اپنی قیمتی آراء دیئے۔ اوران مباحث کی روشنی میں مجلس عاملہ نے فیصلہ کیا کہ:

(۱) سپریم کورٹ نے تین طلاق کے سلسلہ میں جو فیصلہ صادر کیا ہے اس میں جہاں ایک طرف مسلم پرسنل لا کو محفوظ مانا گیا ہے وہیں تین طلاق کو کالعدم قرار دے کر مسلم پرسنل لا کے ایک حصہ پر پابندی بھی لگادی گئی ہے جو کہ تشویشناک امر ہے، اسلئے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ سپریم کورٹ کے فیصلہ کا احترام کرتے ہوئے یہ کہنے پر مجبور ہے کہ یہ فیصلہ مسلم پرسنل لا کے مطابق نہیں ہے اور دستور ہند میں اپنے مذہب کے مطابق زندگی گذارنے کا جو بنیادی حق تمام مذاہب کے ماننے والوں کو دیا گیا ہے وہ حق بھی اس سے متاثر ہو رہا ہے اس سلسلہ میں مجلس عاملہ اس عدالتی فیصلہ کے قانونی جائزے کے لئے درج ذیل اصحاب پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دیتی ہے:

۱۔ جناب جسٹس سید شاہ محمد قادری صاحب
۲۔ جناب ظفریاب جیلانی ایڈوکیٹ صاحب
۳۔ جناب ایم۔آر۔شمشاد ایڈوکیٹ صاحب
۴۔ جناب محمود پراچہ ایڈوکیٹ صاحب
۵۔ جناب ڈاکٹر محمد منظور عالم صاحب
۶۔ مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب (کنوینر)
۷۔ مولانا محمد فضل الرحیم مجددی صاحب
۸۔ مفتی اعجاز ارشد قاسمی صاحب
۹۔ مولانا عبدالحمید نعمانی صاحب
۱۰۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد سعود عالم قاسمی صاحب
۱۱۔ مولانا مفتی حبیب الرحمٰن خیر آبادی صاحب
۱۲۔ جناب محمد طاہر ایم حکیم ایڈوکیٹ صاحب

جو اس فیصلہ کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد اپنی رپورٹ سفارشات کے ساتھ صدر بورڈ اور جنرل سکریٹری بورڈ کو پیش کرے گی اور ذمہ داران بورڈ اس سلسلہ میں ضروری اقدامات فرمائیں گے۔

(۲) اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ چونکہ یہ مسئلہ خواتین سے متعلق ہے اس لئے پورے ملک کے طول وعرض میں خواتین اور شریعت سے واقف مردوں کے چھوٹے بڑے اجلاس منعقد کئے جائیں گے، اور ہر جلسہ میں ایک قرارداد منظور کر کے صدر جمہوریہ، وزیر اعظم، وزیر قانون، ویمن کمیشن اور لا کمیشن کو بھیجی جائے گی جسمیں اس بات کا اظہار کیا جائے کہ:

''ہم مسلمان خواتین/ مرد شریعت اسلامی پر یقین رکھتے ہیں اور طلاق شریعت اسلامی کا حصہ ہے، جس پر پابندی ہماری حق تلفی ہے، اس لیے مسلم پرسنل لا پر عمل کی جو آزادی ہمیں حاصل ہے اسے برقرار رکھا جائے، سپریم کورٹ یا پارلیمنٹ کے ذریعہ اس میں تبدیلی کو ہم غلط سمجھتے ہیں''۔

ایسے اجلاس منعقد کرنے اور قرارداد منظور کر کے بھیجنے کے سلسلے

میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، ملک کی دینی و ملی جماعتوں، تنظیموں اور اداروں سے تعاون چاہتا ہے اور امید کرتا ہے کہ اس اہم کام کی طرف فوری توجہ دی جائے گی۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ تمام مسلمانان ہند کو متوجہ کرتا ہے کہ دین وایمان کی نعمت سب سے بڑی نعمت ہے، اور شریعت اسلامی پر عمل ہر مسلمان کا فرض منصبی ہے، اسلئے تمام مسلمانان ہند زندگی کے ہر حصہ میں شرعی احکام وقوانین پر عمل کا مزاج بنائیں، غیر شرعی اعمال ورسوم سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں اور ہر قیمت پر اپنے دین اور شریعت کے تحفظ کو یقینی بنائیں۔

مجلس عاملہ کے اس اجلاس میں بے سہارا مسلم مطلقہ کی کفالت کا مسئلہ زیر بحث آیا۔ جناب ڈاکٹر سید قاسم رسول الیاس صاحب نے کہا کہ اس کے لئے ایکٹ میں وقف بورڈس کو ذمہ دار قرار دیا گیا ہے، مگر وقف بورڈس یہ خدمت انجام نہیں دے رہے ہیں، اسلئے ضرورت ہے کہ مسلم پرسنل لا بورڈ ایک علیحدہ فنڈ قائم کرے انہوں نے زکوٰۃ وصدقات کی مدات سے تعاون کرنے کی تجویز رکھی۔ مولانا سید ارشد مدنی صاحب نے فرمایا کہ بورڈ اس طرح کا کوئی فنڈ نہ قائم کرے تو بہتر ہے ورنہ مستقبل میں بڑی دشواریاں پیدا ہوں گی اور اسکو نبھانا مشکل ہو جائے گا۔ ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب نے کہا کہ مسلم مطلقہ کی کفالت کے لئے وقف بورڈ پر ذمہ داری عائد کی جائے اور اپیل کی جائے کہ وہ مطلقہ کے نفقہ کے لئے ماہانہ وظیفہ مقرر کرے۔

بہار کے وقف بورڈ سے پچھلے کئی سالوں سے یہ نظام چل رہا ہے۔ اس سلسلہ میں مسلم پرسنل لا بورڈ کوئی ذمہ داری قبول نہ کرے۔ جناب کمال فاروقی صاحب، جناب عارف مسعود صاحب اور ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ نے بھی یہی تجویز رکھی۔ طے پایا کہ:

’’مجلس عاملہ کا یہ اجلاس محسوس کرتا ہے، کہ مطلقہ کے اخراجات کا پورے طور پر نظم نہیں ہو رہا ہے، جبکہ مرکزی حکومت نے ایکٹ میں مطلقہ کی کفالت کی ذمہ داری وقف بورڈس کو دی ہے، مگر عام طور پر وقف بورڈس یہ خدمت انجام نہیں دے رہے ہیں، اسلئے یہ اجلاس مرکزی اور صوبائی حکومتوں سے اپیل کرتا ہے کہ مقامی وقف بورڈس کو مالی تعاون دیں، تا کہ وقف بورڈس اس قانونی ذمہ داری کو انجام دے سکیں۔‘‘

دوسری نشست بعد نماز عصر:

ایجنڈا (۶) کے تحت دسمبر ۲۰۱۷ء میں بابری مسجد مقدمہ کی تسلسل کے ساتھ ہونے والی عدالتی کارروائی کے سلسلہ میں حکمت عملی پر غور کیا گیا۔ جناب ظفریاب جیلانی ایڈوکیٹ صاحب نے کہا کہ سپریم کورٹ میں بابری مسجد سے متعلق اپیل کی درخواست داخل ہوئی ہے اس کا دائرہ بڑھ بھی سکتا ہے اسلئے ہم لوگ عدالت سے اپیل کریں گے کہ سماعت کا پورا موقعہ دیا جائے، جلد بازی میں کوئی فیصلہ نہ کیا جائے عدالت نے کچھ کاغذات کے ترجمے پیش کرنے کا حکم دیا ہے انشاء اللہ سارے کاغذات دستیاب ہو جانے کے بعد اس کے ترجمے پیش کئے جائیں گے۔ ہم کو اس سلسلہ میں کوئی کمزوری نہیں دکھلانی ہے، انہوں نے اس سلسلہ کے ضروری اقدامات اور لائحہ عمل کے لئے صدر بورڈ اور جنرل سکریٹری بورڈ کو مجاز گردانے کی تجویز رکھی کہ ان دونوں بزرگوں کی ہدایت ورہنمائی میں حکمت عملی بنائی جائیں۔ جناب کمال فاروقی صاحب نے کہا کہ بابری مسجد کا مسئلہ ایک سیاسی مسئلہ بن گیا ہے اس لئے بڑی حکمت و دوراندیشی سے مقدمہ کی پیروی کرنی ہوگی تا کہ کوئی اس سے سیاسی مقاصد حاصل نہ کر سکیں۔ جناب محمود دریابادی صاحب نے کہا کہ جب کسی اجتماعی فیصلہ کے خلاف کسی ذمہ دار شخص کا بیان آتا ہے تو اس سے حوصلہ کمزور پڑتا ہے اور بورڈ کا وقار بھی مجروح ہوتا ہے اس لئے ذمہ دار حضرات بورڈ کی تجویز اور پالیسی کے خلاف بیان بازی سے گریز کریں کچھ دنوں پہلے بورڈ کے ایک نائب صدر کے بیان نے مسلمانوں میں ہل چل پیدا کر دی تھی، اجلاس میں موجود نائب صدر بورڈ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے آئندہ اس طرح کے بیان سے گریز کرنے کا وعدہ کیا۔ اسی پس منظر میں یہ طے پایا کہ بورڈ کے معاملات ومسائل کی ترجمانی کے لئے کسی معزز رکن کو منتخب کیا جائے مجلس عاملہ نے اس کا اختیار صدر بورڈ اور جنرل سکریٹری بورڈ کو دیا، چنانچہ صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے جنرل سکریٹری کے مشورہ سے میڈیا سے بورڈ کی ترجمانی کیلئے مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب رکن عاملہ کو کل ہند ترجمان مقرر فرمایا اور پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک

میڈیا کے ذمہ داروں سے گذارش کی گئی کہ وہ بورڈ کی طرف سے نمائندگی کے لئے مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب سے ہی رابطہ کریں۔

اسی درمیان طلاق ثلاثہ کے مقدمہ پر اخباری بیان کا مسودہ پڑھا گیا، مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ نے اخباری بیان کے مندرجات کو نمبروار مرتب کرنے کی تجویز پیش کی اور اخباری بیان کے ذریعہ عوام کو پیغام دینے اور خواتین کے لئے معاشرتی اصلاح کا پروگرام منظم کرنے کی طرف توجہ دلائی۔

ایجنڈا (۷) کے تحت عدالتی کارروائی پر صرف ہونے والی رقومات کے جائزہ نیز بابری مسجد مقدمہ کے سلسلہ میں فراہمی مالیات پر تبادلہ خیال ہوا۔ حضرت جنرل سکریٹری بورڈ نے کہا کہ طلاق ثلاثہ مقدمہ پر ۵۰/لاکھ کا صرفہ آیا ہے باوجودیکہ جناب کپل سبل سینئر ایڈوکیٹ نے اپنی فیس میں بڑی حد تک رعایت کی اور اب بابری مسجد مقدمہ کی سماعت ہونے والی ہے اور یہ مقدمہ لانبا چلے گا درآنحالیکہ بورڈ کے فنڈ میں اس مد میں رقم بہت مختصر ہے ارکان عاملہ اس پہلو پر غور فرما کر مناسب مشورہ عنایت کریں۔ جناب محمد فضل الرحیم مجددی صاحب نے اس مد میں دس لاکھ روپے دینے کا وعدہ فرمایا۔ جناب عارف مسعود صاحب نے ہر ممبر سے کم سے کم ایک لاکھ روپے دینے کا مطالبہ کیا جائے، جناب کمال فاروقی صاحب نے ملی اداروں اور جماعتوں کے ذمہ داروں سے اس مد میں رقم جمع کرنے کی درخواست کی جائے، چنانچہ طے پایا کہ:

"جنرل سکریٹری بورڈ، بورڈ کے تمام ارکان سے خطوط کے ذریعہ رابطہ کریں اور ان سے کہا جائے کہ ہر رکن تین ماہ کے اندر کم سے کم ایک لاکھ روپے خود اپنی طرف سے یا اپنے حلقہ اثر سے اکٹھا کر کے دفتر بورڈ کو روانہ فرمائیں"

ایجنڈا (۸) کے تحت بورڈ کے ۲۶ویں اجلاس عام کے مقام کے تعین پر غور کیا گیا جناب جنرل سکریٹری بورڈ نے فرمایا کہ کلکتہ اجلاس میں گلبرگہ والوں کی طرف سے پیش کش ہوئی تھی مگر اب اس کے امکانات نظر نہیں آرہے ہیں کسی دوسری جگہ پر اجلاس کے انعقاد پر غور کیا جائے، جناب انیس چشتی صاحب نے گلبرگہ کے علاوہ کسی اور مقام پر اجلاس کرنے پر غور کرنے کی رائے دی، اگر حیدرآباد میں اجلاس عام منعقد کیا جائے تو بہتر ہے، جناب اسدالدین اویسی صاحب ایم پی نے اس تجویز سے اتفاق کیا مگر انہوں نے کہا کہ مقامی اصحاب سے مشورہ کرنے کے بعد ہی کوئی فیصلہ ہوسکتا ہے۔ مجلس عاملہ نے صدر بورڈ اور جنرل سکریٹری بورڈ کو مجاز گردانا کہ اجلاس مقام کے تعلق سے جہاں وہ مناسب سمجھیں فیصلہ فرمائیں۔

مجلس عاملہ کے آخر میں صدر بورڈ کا اختتامی خطاب ہوا جس میں صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب نے فرمایا کہ اللہ کے فضل و کرم سے ہم لوگوں نے آپسی تعاون و تشاور اور وحدت کے ساتھ اہم مسائل پر غور کیا ہمیں اس اتحاد و اتفاق کو ہر حال میں باقی رکھنا ہے کیونکہ اجتماعی طریقے سے مسائل کو حل کرنے میں برکتیں حاصل ہوتی ہیں اور یہی بورڈ کی سب سے بڑی خصوصیت ہے کہ ہمارے رفقاء کرام حالات کا صحیح جائزہ لے کر حکمت عملی کے ساتھ مسائل کو حل کرنے کی تدبیر نکالتے رہے ہیں جس کی وجہ سے لوگوں میں اعتماد بحال رہتا ہے، کسی مسئلہ کے حل کرنے میں ہم کو احساس کمتری کا شکار نہیں ہونا چاہئے ماضی میں اس ملت پر بڑے بڑے مسائل آئے، انہیں جھٹکے بھی لگے کوئی دوسری امت ہوتی تو دم توڑ دیتی مگر امت کا یہ امتیاز رہا ہے کہ وہ حالات سے نہ تو گھبرائی اور نہ ہی احساس کمتری کا شکار ہوئی بلکہ پورے عزم و حوصلہ اور جرأت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کیا اور کامیاب ہوئے۔

صدر بورڈ نے فرمایا کہ اس وقت مسلمانوں کی اخلاقی اور سماجی حالات کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے ان کے اندر یہ بگاڑ دوسری قوموں کے میل ملاپ سے آگئی ہے اگر ہم نے اصلاح کی کوشش کی تو اس سے دوسرے لوگ بھی مستفیض ہوں گے اور حالات بھی بدلیں گے صدر بورڈ کے خطاب کے بعد جنرل سکریٹری بورڈ نے اجلاس مجلس عاملہ کے میزبان جناب عارف مسعود صاحب اور ان کے رفقاء کا شکریہ ادا کیا پھر صدر بورڈ کی دعاء پر یہ مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

❁❁❁

طلاق شدہ خواتین اور خاندان کی ذمہ داریاں

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (سکریٹری بورڈ)

نکاح ایک ایسا رشتہ ہے جس کے ذریعہ شوہر و بیوی کو جہاں شریک حیات اور غمگسار میسر آتا ہے، وہیں عورت اور بچوں کو ایک سہارا حاصل ہوتا ہے، عورت ذہنی یکسوئی کے ساتھ بچوں کی پرورش کرتی ہے، بچے اطمینان وسکون کے ساتھ تعلیم و تربیت میں مشغول ہوتے ہیں، شوہر کسبِ معاش کی تگ ودو میں اپنے آپ کو مصروف رکھتا ہے اور گھریلو ذمہ داریوں سے آزاد رہتا ہے، اگر کسی وجہ سے یہ رشتہ ٹوٹ جائے تو عورت سب سے زیادہ دشواریوں سے دوچار ہوتی ہے، اس کے لئے خود اپنی زندگی بوجھ بن جاتی ہے اور بچے چوں کہ ماں کی ممتا کے بغیر زندگی کے ناہموار راستوں کا سفر طے نہیں کر سکتے؛ اس لئے جیسے ایک مرغی اپنے بچوں کو اپنے پروں میں چھپائے رکھتی ہے؛ اسی طرح ماں اپنی بے سہارگی کے باوجود بچوں کو اپنے سینہ سے چمٹائے رکھتی ہے اور بچے بھی ماں کی گود میں جو سکون و راحت محسوس کرتے ہیں، سونے کی پلنگ بھی انھیں وہ راحت نہیں پہنچا سکتی؛ اسی لئے اگر رشتہ ٹوٹ جائے اور طلاق کی نوبت آجائے تو خاندان بکھر جاتا ہے اور ماں اور بچے بے سہارا ہو جاتے ہیں۔

ایسے مسائل کو حل کرنے کے لئے شریعت نے نفقہ و کفالت کا ایک پورا نظام رکھا ہے اور اس میں عورت اور چھوٹے بچوں کی خصوصی رعایت کی گئی ہے، افسوس کہ ہمارے سماج میں ایک تو طلاق کے بے جا واقعات پیش آتے ہیں، اور اگر طلاق کا واقعہ پیش آ ہی گیا تو طلاق کے بعد مطلّقہ عورت اور بچوں سے متعلق جن حضرات کی جو ذمہ داریاں ہیں، وہ ان کو ادا نہیں کرتے، اس کی وجہ سے بہت سے سماجی مسائل پیدا ہوتے ہیں اور مسلمانوں کی کوتاہ عملی کی وجہ سے اسلام کی بدنامی ہوتی ہے اور لوگوں کو شریعت اسلامی پر زبان کھولنے کا موقع ملتا ہے۔

اگر کسی عورت کو طلاق دی جائے تو عدت کا نفقہ تو واجب ہے ہی، (المحیط البرہانی: ۳/۵۵۳) اور بہتر ہے کہ یکمشت کوئی رقم بھی دے دی جائے؛ تاکہ مستقبل کی زندگی کے لئے کوئی سہارا بن سکے، اس کو ''متاع'' کہتے ہیں، قرآن مجید نے متاع دینے کی ترغیب دی ہے: ''وللمطلقات متاع بالمعروف'' (البقرہ: ۲۴۱) اور متاع کی کوئی حد مقرر نہیں ہے، یہ طلاق دینے والے مرد کی استطاعت اور اس کے ظرف کے اعتبار سے ہے کہ جس عورت کے ساتھ وہ زندگی گزار چکا ہے اور جس کو زندگی کی راہ میں اس نے تنہا چھوڑ کر بے وفائی کا ارتکاب کیا ہے، وہ اس کے ساتھ کیا حسن سلوک کر سکتا ہے؛ تاکہ اس کی اس حرکت کی کچھ تلافی ہو سکے۔

لیکن عدت کے خرچ اور متاع کے علاوہ بعض اور ذمہ داریاں ہیں، جو اکثر حالات میں طلاق دینے والے شخص پر عائد ہوتی ہے اور وہ دو ہیں: ایک یہ کہ اگر اس کے بچے بھی ہیں تو وہ ان کا مناسب نفقہ ادا کرے، جس سے خوراک، پوشاک، علاج، تعلیم اور رہائش کی ضرورت پوری ہو، اور وہ جس سماج میں رہتا ہے، اس سماج کے معیار کے مطابق پوری ہو، اگر اس نے دوسرا نکاح کیا اور دوسری بیوی اور اس سے پیدا ہونے والے بچے اس کے ساتھ ہیں اور مطلّقہ بیوی سے پیدا ہونے والے بچے اپنی ماں کے ساتھ ہیں تو جس معیار کے مطابق اپنے ساتھ رہنے والے بچے کی پرورش کرتا ہے، ضروری ہے کہ اسی معیار کے مطابق اپنی سابقہ بیوی سے ہونے والے بچے کی بھی پرورش کرے، اگر اس نے

ان دونوں بچوں کے درمیان مساوات اور برابری کا معاملہ نہیں کیا تو وہ گنہگار ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں اس کی باز پرس ہوگی، اگر اپنی اولاد کے درمیان برابری کا برتاؤ نہیں کیا جائے، یا ایک بیوی سے پیدا ہونے والے بچوں اور دوسری بیوی سے پیدا ہونے والے بچوں کے درمیان برابری کا معاملہ نہ کرے تو رسول اللہ ؐ نے اس کو جور (ظلم) قرار دیا ہے۔(صحیح مسلم، کتاب الھبات، حدیث نمبر:۱۶۲۳)

صاحب اولاد مطلقہ عورت کا دوسرا حق یہ ہے کہ جب تک وہ عورت ان بچوں کی پرورش کرتی رہے، اس وقت تک اس عورت کو پرورش اور نگہداشت کے عمل کی اُجرت دی جائے، جس کو فقہ کی اصطلاح میں ''اُجرت حضانت'' کہتے ہیں، (البنایہ:۵/۶۴۴) یہ اُجرت اتنی ہونی چاہئے کہ عورت کے کھانے پینے کی، لباس و پوشاک کی اور علاج و معالجہ کی ضرورت پوری ہوجائے، اور یہ بھی واجب ہوگا کہ اس کے لئے مناسب رہائش کا انتظام کرے ،(ردالمحتار:۳/۵۶۱) گویا جب تک عورت طلاق دینے والے سابق شوہر کے بچوں کی پرورش کر رہی ہے، نفقہ کے بقدر اس کی اُجرت ادا کرنا واجب ہے اور حق پرورش لڑکوں کے سات آٹھ سال تک اور لڑکیوں کے بالغ ہونے تک ماں کو حاصل ہوتا ہے، یہ امام ابوحنیفہؒ کی رائے پر ہے، (العنایۃ:۴/۳۷۱) امام مالکؒ کے نزدیک لڑکی اگر بالغ بھی ہوجائے تو جب تک اس کی شادی نہ ہوجائے، ماں پرورش کی حقدار ہے (البیان والتحصیل:۵/۱۲۰) اور موجودہ دور میں یہی رائے زیادہ قابل عمل ہے، جوان لڑکی کو تنہا باپ کی پرورش میں دے دینا یا ایسی جگہ رکھ دینا جہاں اس کے قریب العمر سوتیلے بھائی بھی رہتے ہوں، فتنہ سے خالی نہیں ہے، ماں جس طرح بیٹی کی عفت وعصمت اور عزت و آبرو کی نگہداشت کرسکتی ہے نہ باپ کرسکتا ہے اور نہ سوتیلی ماں سے اس کی امید کی جاسکتی ہے، اس طرح طلاق پانے والی عورت کو پانچ دس سال کی ایسی مہلت مل جاتی ہے جس میں اس کو اپنے گذران کا سہارا ہوجاتا ہے اور یہ ایسی مدت ہوتی ہے جس میں وہ اپنی زندگی کو ایڈجسٹ کرسکتی ہے۔

مطلقہ عورت سے متعلق بڑی ذمہ داری اس کے باپ کی ہے، اگر طلاق دینے والا مرد موجود نہ ہو، یا عورت کو ضروریات زندگی حاصل نہیں ہو پارہی ہو، خواہ اس لئے کہ کسی بچہ کی پرورش اس کے ذمہ نہیں ہے، کہ وہ اجرتِ پرورش کی مقدار ہو، یا اس لئے کہ مرد کو دینا چاہئے؛ لیکن اللہ سے بے خوفی اور اپنی ذمہ داری سے غفلت کی بنا پر وہ اپنا فریضہ ادا نہیں کرتا، ان تمام صورتوں میں باپ کی ذمہ داری ہے کہ بیٹی کا نفقہ ادا کرے، اس کے پیدا ہونے کے وقت جس طرح اس نے اس کا استقبال کیا تھا، اسی طرح خدانخواستہ وہ بیوہ یا مطلقہ ہوکر واپس آتی ہے تو اس وقت بھی اس کا استقبال کرے اور اسے بوجھ نہ سمجھے؛ کیوں کہ وہ اسی کے دل کا ٹکڑا اور اسی کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

نفقہ کے معاملہ میں شریعت نے بیٹی کو بیٹے پر مقدم رکھا ہے، بیٹا اگر بالغ ہوجائے تو باپ پر اس کے نفقہ کی ذمہ داری باقی نہیں رہتی (فتاویٰ قاضی خاں علی الھندیۃ:۱/۲۱۹) اسی طرح اگر بیٹا کسب معاش پر قادر ہے تو باپ اسے مجبور کرسکتا ہے کہ وہ خود محنت کرے اور اپنی روزی روٹی کے مسائل کو حل کرے؛ لیکن اگر لڑکی بالغ ہوجائے تو جب تک اس کی شادی نہ ہوجائے، باپ پر اس کا نفقہ واجب ہے، (فتح القدیر:۴/۴۱۰) اور اگر وہ کسبِ معاش پر قادر ہو تب بھی باپ اسے اس پر مجبور نہیں کرسکتا، (فتح القدیر:۴/۴۱۰) اسی طرح اگر بیٹی بیوہ ہوجائے یا اسے طلاق دے دی جائے اور اس کے پاس اتنی دولت نہیں ہو کہ وہ خود اپنی ضروریات پوری کرسکے تو پھر والد پر اس کے نفقہ کی ذمہ داری لوٹ آئے گی اور اس پر بیٹی کے اخراجات پورے کرنا ضروری ہوگا، (فتح القدیر:۴/۴۱۰) نیز باپ کا یہ نفقہ ادا کرنا بطور احسان کے نہیں ہے؛ بلکہ یہ اس کا شرعی فریضہ ہے؛ اس لئے اس کے دوسرے بیٹے اور بیٹیوں کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے باپ کو اپنی بہن پر خرچ کرنے سے روک دے۔

یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہئے کہ جیسے دوسرے لوگوں پر خرچ کرنا باعث اجر وثواب ہے، اسی طرح اپنی اولاد پر خرچ کرنے میں بھی ثواب ہے؛ چنانچہ حضرت ابن مسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: جب کوئی مسلمان اپنے بال بچوں پر اخلاص کے ساتھ اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرتا ہے تو اس میں بھی صدقہ کا ثواب ہوتا ہے: ''اذا أنفق المسلم نفقة علی أهله و هو يحتسبها كانت لــــه صـــدقة '' (صحیح البخاری، باب فضل النفقہ علی الأھل، حدیث نمبر:۵۳۵۱) اور خاص کر بیوہ عورت کی خدمت واعانت کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے، حضرت ابو ہریرۃؓ آپ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ بیوہ عورت کی خدمت کرنے والا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے کی طرح، یا اس شخص کی طرح ہے، جو رات بھر نماز پڑھتا ہو اور دن میں روزہ رکھتا ہو: '' ... كالمجاهد فی سبيل الله أو كالقائم الليل، الصائم النهار '' (صحیح البخاری، باب السعی علی الأرملہ، حدیث نمبر:۶۰۰۶) ایک اور موقع پر آپ نے ان لوگوں کا ذکر فرمایا، جن کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عرش کے سایہ میں جگہ دیں گے، اس میں آپ نے یتیم یا بیوہ کی کفالت کرنے والے کو بھی شمار کیا: ''من كلف يتيماً أو أرملة أظله الله فی ظله و أدخله جنته ''۔ (المعجم الاوسط:۸/۱۱۷، حدیث نمبر:۹۲۹۲) نیز حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے اپنی وفات کے قریب بالکل آخر آخر میں تین باتوں کی نصیحت فرمائی: نماز کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو، غلاموں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو، دو کمزور لوگوں --- بیوہ عورت اور یتیم بچہ --- کے سلسلہ میں اللہ سے ڈرو، (شعب الایمان:۱۳/۴۰۴)

جو حکم بیوہ کا ہے وہی حکم بہ درجۂ اولیٰ اس مطلقہ عورت کا ہے، جس کا کوئی سہارا نہیں؛ کیوں کہ بیوہ کو لوگ رحم کا مستحق سمجھتے ہیں اور مطلقہ کے بارے میں عام طور پر یہ سوچ ہوتی ہے کہ اس کو اس کی بدزبانی و بد اخلاقی کی وجہ سے طلاق دی گئی ہوگی؛ اس لئے رحم کا جذبہ کم ہوتا ہے، اور اس کی مجبوری اور بڑھی ہوئی ہوتی ہے؛ حالاں کہ طلاق کے اکثر واقعات میں مرد کی زیادتی ہوتی ہے نہ کہ عورت کی؛ اس لئے وہ زیادہ رحم کی مستحق ہے، پس جو اجر کسی بیوہ کی پرورش میں ہے، مطلقہ کی پرورش میں بدرجہ اولی ہوگا اور اگر وہ مطلقہ بیٹی یا بہن وغیرہ ہو تو اس میں اجر اور بھی بڑھ جائے گا؛ کیوں کہ یہ ایک بے کس اور ضرورت مند کی مدد بھی ہے اور رشتہ داری کا پاس ولحاظ بھی۔

اگر مطلقہ کے پاس خود اپنے نفقہ کا سامان نہ ہو، اور والد بھی نہ ہوں تو پھر ان کے نفقہ کی ذمہ داری دوسرے محرم رشتہ داروں سے متعلق ہو جاتی ہے:

نفقة الإخوة و الأخوات و الأعمام و العمات و الأخوال و الخالات واجبة بشرط العجز مع قيام الحاجة۔ (عمدۃ القاری:۲۱/۱۳)

بھائیوں بہنوں، چچاؤں پھوپھیوں، ماموؤں اور خالاؤں کا نفقہ واجب ہے؛ بشرطیکہ وہ ضرورت مند ہوں اور خود کسب معاش سے قاصر ہوں۔

بہت بڑے حنفی فقیہ علامہ سرخسیؒ نے صراحت کی ہے کہ یہ جو مختلف رشتہ داروں پر نفقہ واجب ہوتا ہے، یہ صرف مستحب یا مستحسن نہیں ہے؛ بلکہ واجب ہے؛ اس لئے محرم رشتہ دار بچوں، عورتوں اور معذور مردوں کا نفقہ ادا کرنے پر مجبور کیا جائے گا: ''يجبر علی نفقة كل ذی رحم محرم منه الصغار و النساء و أهل الزمانة من الرجال ''۔ (المبسوط للسرخسی:۵/۲۲۳)

لیکن اللہ سے بے خوفی، احکام شریعت سے بے اعتنائی، رشتوں کے معاملہ میں بے مروتی اور خود غرضی کی وجہ سے آج کل والدین اور دادا، دادی کے علاوہ دوسرے لوگوں سے یہ توقع رکھنا صحراء سے پانی کی امید رکھنے کے مترادف ہے کہ وہ احکامِ شریعت کے مطابق مطلقہ خواتین کا نفقہ ادا کریں گے؛ اس لئے والدین کی موجودگی میں بیٹی اگر

خدانخواستہ طلاق یا بیوگی سے دوچار ہوجائے تو اولاً تو اس کے نکاحِ ثانی کی فکر کرنی چاہئے، قرآن نے ایسے لوگوں کے نکاح کا حکم دیا ہے: ''**وأنکحوا الا یامی منکم**'' (سورۃ نور ۳۲) رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے عہد میں جوں ہی کوئی خاتون بیوہ یا مطلقہ ہوتی تھی، جلد سے جلد ان کا نکاح کردیا جاتا تھا، عدت گذرنے سے پہلے ہی ان کے رشتے آنے لگتے تھے؛ اس لئے قرآن مجید نے عدت وفات گذرنے سے پہلے رشتہ طئے کرنے کو منع فرمایا (سورۃ بقرہ: ۲۳۲) اس طرح نہ صرف ان کی کفالت ہوتی تھی؛ بلکہ ان کو ایک مکمل خاندان مل جاتا تھا، افسوس کہ آج کل والدین ایسی خواتین کے نکاح کی طرف توجہ نہیں دیتے، بعض اوقات ایک نوجوان لڑکی بیوہ ہوتی ہے اور اسے پوری زندگی بیوگی میں گزارنا پڑتا ہے، وہ خود حیا سے کہہ نہیں پاتی اور ماں باپ توجہ نہیں دیتے ہیں، غور کیجئے یہ خواتین کے ساتھ کتنا بڑا ظلم ہے، اگر کوئی شوہر یا بیوی چند دنوں ایک دوسرے سے دور رہیں تو یہ چیز ان کو ذہنی طور پر بے سکون کردیتی ہے، تو ایک لڑکی کو زندگی بھر تجرد کی سزا دی جائے، کیا یہ انصاف کی بات ہے؛ اس لئے ان کے نکاح کی فکر کرنی چاہئے، اور اگر وہ خود حیا کریں تو ان کو سمجھانا چاہئے؛ لیکن اگر کسی وجہ سے ان کا نکاح نہ ہوسکے تو کم سے کم اتنا تو ہو کہ ان کی کفالت کا مناسب انتظام کیا جائے، اس انتظام کی ایک شکل یہ ہے کہ والدین اپنی جائیداد کا ایک حصہ ایسی بے سہارا بیٹی کو ہبہ کردیں، جس سے آئندہ اس کی گذرِ اوقات کا انتظام ہوسکے۔

رسول اللہ ﷺ نے عام حالات میں اس بات کو ناپسند فرمایا ہے کہ اولاد کے درمیان نابرابری برتی جائے، اولاد میں سے کسی کو کوئی چیز دی جائے اور دوسرے کو نہیں دی جائے، حضور ﷺ کے سامنے اس طرح کا ایک معاملہ آیا، حضرت بشیر بن سعدؓ نے اپنے صاحبزادہ نعمان ابن بشیرؓ کو کوئی خاص چیز خصوصی طور پر ہبہ کرنی چاہی اور ان کی خواہش تھی کہ اس پر رسول اللہ ﷺ کو گواہ بنایا جائے؛ چنانچہ وہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے، اور اپنی گزارش پیش کی، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا تم نے اپنے تمام بچوں کو یہ چیز دی ہے؟ انھوں نے کہا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: پھر میں ایسے نامنصفانہ اور ظالمانہ عمل پر گواہ نہیں بن سکتا: ''**لا أشهد علی الجور**'' (نسائی، کتاب النحل، حدیث نمبر: ۳۷۱۱) چنانچہ وہ اس سے باز آگئے؛ لیکن یہ حکم عام حالات کے لئے ہے، اگر خصوصی حالات کی بنیاد پر کسی کو زیادہ دے دیا جائے، یا اولاد میں سے ایک کو دیا جائے اور دوسرے کو نہ دیا جائے تو وہ اس ممانعت میں شامل نہیں ہے، مثلاً ایک شخص کے کئی بچے ہیں، بعضوں نے تعلیم حاصل نہیں کی، بعض کاروبار میں لگ گئے؛ لیکن ایک بیٹا تعلیم کی طرف متوجہ ہے اور اس نے میڈیکل انٹرسٹ پاس کرلیا ہے تو اب باپ ایک خطیر رقم اس کی فیس پر ادا کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں؛ کیوں کہ یہ ایک خاص مصلحت کی وجہ سے ہے، اگر ایسا نہ ہو تو ایک بچہ کے جاہل رہنے کی وجہ سے یا اس کی تعلیم کے وقت والد کے تنگ دست ہونے کی وجہ سے تمام ہی بچوں کو اعلیٰ تعلیم سے محروم رکھنا پڑے گا، ظاہر ہے کہ یہ شریعت کے مزاج کے مطابق نہیں ہے۔

اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر چہ تمام اولاد کے درمیان مساویانہ سلوک کرنا چاہئے، اور یہی بہتر ہے؛ لیکن یہ ہر حال میں واجب نہیں ہے، اگر اولاد میں سے کسی کی مجبوری یا اس کی کسی خاص ضرورت کی وجہ سے اس کو خصوصی طور پر کچھ زیادہ دیدے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے: ''**وأن کان بعض أولاده مشتغلا بالعلم دون الکسب لا بأس بأن یفضله علی غیره**'' (مجمع الانہر: ۳۵۸/۲) صحابہ کے دور میں بھی ایسی متعدد مثالیں ملتی ہیں کہ انھوں نے اپنی اولاد میں سے بعض کو عطیہ دینے میں ترجیح دی، حضرت ابوبکر صدیقؓ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو کھجور کی پیداوار میں سے بیس وسق (اس زمانہ کا ایک پیمانہ) اپنے تمام بچوں کے مقابلہ زیادہ دیا کرتے تھے، حضرت عمرؓ کو اپنے صاحبزادہ حضرت عاصمؓ سے خصوصی اُنس تھا؛ چنانچہ انھوں نے ان کو خصوصی طور پر کچھ چیزیں عطا فرمائی تھیں، (شرح السنہ للبغوی: ۲۹۷/۸)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو عقبہ بن ابی معیط کی بیٹی ام کلثوم سے ایک صاحبزادی تھی، انھوں نے ان کو اپنی دوسری اولاد کے مقابلہ چار ہزار درہم زیادہ عنایت فرمائے، (عمدۃ القاری: ۱/۱۴۷) غرض کہ ماں باپ کے لئے گنجائش ہے کہ اپنی اولاد میں سے کسی کی خصوصی حالت اور ضرورت کو دیکھتے ہوئے اس کو جائیداد کا کوئی حصہ اضافی طور پر ہبہ کردے؛ اس لئے اگر والدین کے اندر استطاعت ہو اور خدانخواستہ کوئی بیٹی ایسی حالت سے دوچار ہو اور اس کے اندر ایسی صلاحیت نہیں ہو کہ وہ خود کسب معاش کر سکے تو بہتر ہے کہ اس کے لئے کچھ سرمایہ محفوظ کردے، یا اپنی زمین و مکان کا کوئی حصہ ہبہ کردے، جو اس کے لئے سہارا بن سکے۔

اگر والد موجود نہ ہوں یا اس موقف میں نہ ہوں کہ اس کی کفالت کر سکیں تو پھر خاندان کے لوگوں کو اجتماعی طور پر اس ذمہ داری کو انجام دینا چاہئے، جیسے اگر مطلقہ عورت کے چار بھائی ہیں تو چاروں مل کر اس کے خرچ کو اپنے اوپر تقسیم کرلیں، اگر اس کے کئی چچا یا کئی ماموں ہوں تو ان سب کو مل کر اس ذمہ داری کو ادا کرنا چاہئے، ورنہ عنداللہ سب کے سب جوابدہ ہوں گے، اور حق تلفی ایسا گناہ ہے کہ انسان کی عبادتیں بھی اس کی تلافی نہیں کر سکتیں، کیا بہتر ہو کہ مسلم سماج میں خاندان کا ایک اجتماعی نظام تکافل ہو، جیسے ایک شخص کے تحت آنے والی دو پشتیں، بیٹا، باپ اور دادا مل کر ایسا نظام بنائیں کہ اگر خاندان کی کوئی عورت بیوہ ہو جائے یا طلاق کی نوبت آجائے یا اس کا شوہر معذور و مفلوج ہو اور اس کے لئے کوئی سہارا نہیں ہو، تو ہم اجتماعی طور پر ایسی خواتین کی کفالت کریں گے، اگر خاندان کی دو پشتوں کو سامنے رکھا جائے، جو دادا سے لے کر پوتوں تک ہو تو عام طور پر اس کی تعداد پچیس تیس تک پہنچ جاتی ہے، اس میں دس پندرہ افراد کمانے والے ہوتے ہیں اور ان کمانے والوں میں بعض پر زکوۃ بھی واجب ہوتی ہے اور خاندان کے اس مختصر ڈھانچہ میں بمشکل ایک آدھ ایسی مطلقہ یا بیوہ عورت ہو سکتی ہے، جن کی اولاد کمانے اور ان کی کفالت کرنے کے لائق نہیں ہوئی ہو، اتنے سارے افراد مل کر بآسانی ایسی ایک آدھ بیوہ و مطلقہ عورت کی بے سہارگی کو دُور کر سکتے ہیں، یہ رسول اللہ ا کی سنت بھی ہے، حضور کے چچاؤں میں حضرت ابو طالب غریب تھے، دوسرے چچا حضرت عباسؓ صاحب ثروت تھے اور حضرت خدیجہؓ سے نکاح کے بعد خود آپ ا کی مالی حالت بھی بہتر ہوگئی تھی، آپؐ نے اس موقع پر حضرت عباسؓ کو تیار کیا اور حضرت ابوطالب سے پیشکش کی کہ ہم دونوں آپ کے بچوں کی کفالت کی ذمہ داری قبول کرنا چاہتے ہیں، حضرت ابوطالب حضرت عقیل کو تو اپنے پاس سے ہٹانے پر آمادہ نہیں ہوئے؛ لیکن حضرت علیؓ کو آپ کی اور حضرت جعفرؓ کو حضرت عباسؓ کی کفالت میں دے دیا، پس اپنے اعزہ کی کفالت کرنا اور ان کا سہارا بننا رسول اللہ ا کی سنت ہے۔

افسوس کہ اُمت میں ترجیحات کا شعور ختم ہو گیا ہے، بعض حضرات بار بار عمرہ کی سعادت حاصل کرتے ہیں، حج نفل ادا کرتے ہیں، مسجد کی تزئین و آرائش پر لاکھوں روپیہ خرچ کرتے ہیں، چھوٹی سی آبادی جہاں سو پچاس مصلی بھی جمع نہیں ہوتے، وہاں لق و دق مسجد تعمیر کرتے ہیں، پہلے سے اچھی خاصی مسجد موجود ہوتی ہے؛ لیکن اس کو منہدم کر کے پرشکوہ مسجد بناتے ہیں؛ حالاں کہ ایسا نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے نماز کی قبولیت بڑھ جائے؛ لیکن صلہ رحمی کا جو فریضہ شریعت کی طرف سے عائد کیا گیا ہے، اس سے غافل ہیں، ایک بے سہارا عورت کی سسکیاں ان کے گوشِ دل تک نہیں پہنچ پاتیں، اور باپ کی شفقت و محبت سے محروم بچوں کے آنسو انھیں تڑپانے سے عاجز ہیں، ہماری یہ بے شعوری نہ صرف سماج میں ظلم و ناانصافی کو بڑھاوا دیتی ہے؛ بلکہ اس سے اخلاقی مفاسد پیدا ہوتے ہیں اور لوگوں کو شریعت اسلامی پر زبان کھولنے اور انگلیاں اُٹھانے کا موقع ملتا ہے، کاش! ہم سماج کے اس فراموش کردہ طبقہ پر بھی محبت کی نگاہ ڈالیں اور ایمانی تقاضوں کو پورا کریں۔

❁❁❁

اپنے ایمان کا جائزہ لیجئے !

مولانا عبدالباسط ندوی (المعہد العالی امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ)

قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم ،وان تطیعوا الله ورسوله لا یلتکم من اعمالکم شیئا،ان الله غفور رحیم (الحجرات:١٤)

گنوار قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ،آپ فرما دیجیے: تم ایمان نہیں لائے ،لیکن یہ کہو ہم نے اسلام کے سامنے سر جھکا دیا ہے اور (لیکن) ابھی تک تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا ہے، اگر تم اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلو گے تو اللہ تمہارے اعمال میں سے ذرا بھی کمی نہیں کریں گے ،یقیناً اللہ بڑے بخشنے والے اور بڑے مہربان ہیں۔

قبیلہ بنواسد کے کچھ لوگ جو بدو قسم کے تھے، آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے ایمان لانے کا دعوی کیا، اللہ تعالی نے ان کے ایمان کی نفی کر دی اور کہا کہ تم نے اسلام کی ظاہری تابعداری قبول کر لی ہے اور بس، یعنی ظاہری طور پر مسلمان جیسے رسم و رواج کے پابند ہو گئے، تا کہ مسلمانوں والی مراعات حاصل کر سکیں، جب کہ دل کے اندر ایمان کا گزر تک نہیں ہوا، یہاں بظاہر ایمان اور اسلام میں فرق بتایا گیا کہ ایمان دل کے یقین کو کہتے ہیں اور اسلام ظاہری اعمال کو، امام قرطبی لکھتے ہیں: ”حقیقة الایمان التصدیق بالقلب و أما الاسلام فقبول ما اتی به النبی ﷺ فی الظاهر“ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام کے متعلق دریافت فرمایا کہ ما الاسلام ؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا: ”أن تشهد أن لا إله إلا الله و أن محمدا رسول الله و تقیم الصلوة و تؤتی الزکوة و تصوم رمضان و تحج البیت إن استطعت إلیه سبیلا“ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایمان کے متعلق پوچھا کہ ما الایمان؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا: ”ان تؤمن بالله و ملائکته و کتبه و رسله و الیوم الآخر و تؤمن بالقدر خیره و شره“ (مسلم بحوالہ مشکوۃ شریف)

ایمان و اسلام کے متعلق آپ ﷺ کے جواب سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ایمان دراصل اندر کے ایسے یقین و اعتماد کے ساتھ ان چیزوں کو ماننے کا نام ہے، جو انسان کو ان چیزوں کے تقاضے کے مطابق عمل پر ابھار دے، اور اندر کے تقاضے کے مطابق اسلام کے ارکان پر عمل کرنے میں ہی ایک مومن کا ایمان مکمل ہوگا، اگر کوئی ظاہری طور پر اسلام کے پانچوں ارکان پر عمل کرتا ہے مگر دل سے یقین و اعتقاد نہیں رکھتا تو وہ منافق ہے، اور اللہ تعالی کے نزدیک اس کا ایسا ایمان نا قابل قبول ہے، اور اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ میں ان تمام چیزوں پر ایمان رکھتا ہوں جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے، مگر اس کے اعمال اس کی تصدیق نہیں کرتے تو اس کا یہ کہنا بھی عند اللہ معتبر نہیں ہوگا، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں ”ایمان اصطلاح شرع میں تصدیق قلبی کا نام ہے، یعنی اپنے دل سے اللہ کی توحید اور رسول کی رسالت کو سچا ماننا، اور اسلام نام ہے اعمال ظاہرہ میں اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے کا، لیکن شریعت میں تصدیق قلبی اس وقت تک قابل اعتبار نہیں جب تک اس کا اثر جوارح کے اعمال و افعال تک نہ پہنچ جائے، جس کا ادنی درجہ یہ ہے کہ زبان سے کلمہ اسلام کا اقرار کرے، اسی طرح اسلام اگر چہ اعمال ظاہرہ کا نام ہے؛ لیکن شریعت میں وہ اس وقت تک معتبر نہیں جب تک کہ دل میں تصدیق نہ

آجائے ورنہ وہ نفاق ہے، اس طرح اسلام وایمان مبدأ اور منتہی کے اعتبار سے الگ الگ ہیں کہ ایمان باطن اور قلب سے شروع ہوکر ظاہر اعمال تک پہنچتا ہے اور اسلام افعال ظاہرہ سے شروع ہوکر باطن کی تصدیق تک پہنچتا ہے مگر مصداق کے اعتبار سے ان دونوں میں تلازم ہے کہ ایمان اسلام کے بغیر معتبر نہیں، اور اسلام ایمان کے بغیر شرعا معتبر نہیں'' (معارف القرآن)

قرآن کریم کی اس آیت کی روشنی میں موجودہ دور کے ''ہم جیسے مسلمانوں'' کو اپنے ایمان کا جائزہ لینا چاہیے کہ آیا ایمان کا ہمارا دعوی انہیں بدوؤں کی طرح تو نہیں ہے کہ ہم اپنے کو بظاہر صاحب ایمان سمجھ رہے ہیں لیکن دل ہمارا اس کے یقین واعتماد سے خالی ہے، جس کی وجہ سے اللہ کی نصرت واعانت کا وعدہ پورا نہیں ہورہا ہے، ورنہ اللہ تعالی نے تو متعدد آیتوں میں ایمان والوں کے غلبہ ونصرت کی یقین دہانی کرائی ہے، ارشاد ہے: ولاتهنوا ولاتحزنوا وأنتم الأعلون إن كنتم مؤمنين (سورہ آل عمران:۱۳۹) اور ہمت نہ ہارو اور غم نہ کرو تم ہی غالب رہوگے اگر تم مومن رہے، اور اس آیت میں تو واضح طور پر مومنوں پر کافروں کے غلبہ کی نفی کی ہے، فرمایا: لن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلا (سورہ نساء:۱۴۱) اور اللہ کافروں کا مؤمنوں پر ہرگز غلبہ نہ ہونے دے گا، ایک آیت میں اللہ تعالی نے زور دے کر مومنوں کی نصرت کا اعلان فرمایا: وكان حقا علينا نصر المؤمنين (سورہ روم:۴۷) اور مؤمنوں کی مدد کرنا ہمارے ذمہ ہے۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا ''يا أيها الذين آمنوا إن تنصروا الله ينصركم و يثبت اقدامكم'' (سورۂ محمد، آیت:۷) (اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کروگے (یعنی اس کے دین کی) تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمائے رکھے گا (یعنی دشمنوں کے مقابلہ میں) اور سورہ فصلت کی اس آیت میں تو اللہ تعالی نے دنیا وآخرت دونوں میں فرشتوں کے ذریعہ نصرت وحمایت کا اعلان اس انداز میں فرمایا کہ ''إن الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل عليهم الملائكة ألا تخافوا ولا تحزنوا و أبشروا بالجنة التي كنتم توعدون نحن أولياؤكم في الحياة الدنيا و في الآخرة و لكم فيها ما تشتهي أنفسكم و لكم فيها ما تدعون'' (فصلت، آیت:۳۰-۳۱)

(بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر اس پر قائم رہے (یعنی دین توحید اختیار کیا اور اسی پر ثابت قدم رہے) ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو اور خوش ہو جنت کے ملنے پر جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے، ہم تمہارے رفیق تھے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے اور تمہارے واسطے اس (جنت) میں وہ سب کچھ موجود ہے جس کا تمہارا جی چاہے اور تمہارے واسطے موجود ہے جو کچھ بھی تم مانگو) اس آیت کریمہ میں ''نحن اولياء كم في الحياة الدنيا و في الآخرة'' پر غور کیجیے کہ اللہ تعالی فرشتوں کی زبانی یہ وعدہ کروا رہا ہے، اس دنیا کی زندگی میں بھی نصرت وحمایت کا اور آخرت میں بھی، بس شرط صرف ''قالوا ربنا الله ثم استقاموا'' کی ہے، ذرا سوچیے، کیا آج ہماری زندگی اس پر قائم ہے اور ہم اس شرط کو پورا کررہے ہیں؟

جمعہ کے خطبہ میں اکثر خطیبوں کی زبان سے دعا کے طور پر یہ جملہ ادا ہوتا ہے۔'' اللهم انصر من نصر دين محمد ﷺ و اخذل من خذل دين محمد ﷺ'' (اے اللہ! اس کی مدد فرما جو محمد ﷺ کے دین کی مدد کرتا ہے اور اس کو بے یار ومددگار چھوڑ دے جو محمد ﷺ کے دین کو چھوڑتا ہے)، غور کیجئے اس دعا وبددعا پر کہ ہم کس حد تک اس کے مستحق ہیں اور مستحق بن رہے ہیں۔

بلاشبہ یہ آیتیں اپنی جگہ درست وصحیح ہیں، ذرہ برابر بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں تو پھر کیا وجہ ہے ہم آج دنیا کے ہر خطہ میں کمزور ولاچار اور بے بس ہیں! غیروں کا غلبہ ہمارے اوپر ہے، اس سلسلہ میں ہمیں اپنے ایمان کا جائزہ لینا چاہئے کہ کہیں ہمارا دعوی ایمان بھی انہیں بدوؤں کی طرح تو نہیں؟ وہ بدو لوگ اپنی دانست میں اپنے کو صاحب ایمان ہی کہہ رہے تھے وہ کوئی منافق نہیں تھے کہ جان بوجھ کر جھوٹ بول رہے ہوں؛ بلکہ ان کا ایمان ان کے دلوں میں مستحکم نہیں ہوا تھا اور وہ اپنی دانست میں اس سے اونچے مرتبہ کے مدعی ہوگئے تھے، ابن کثیر لکھتے ہیں: '' فدل هذا على أن

هـؤلاء الأعـراب الـمذكورين في هذه الآية ليسوا بمنافقين و إنما هـم مسلـمـون لـم يستحكم الإيمان في قلوبهم فادعوا لأنفسهم مقـامـا أعلى مما وصلوا إليه فأدبوا في ذلك ، و هذا معنى قول ابن عباس رضي الـلـه عـنـهـما و إبراهيم النخعي و قتادة و اختاره ابن جرير'' (تفسیر ابن کثیر)

آیت کے اس ٹکڑے وان تطیعوا الله ورسوله لایلتکم من اعمالکم شیئا سے بھی اس کا پتہ چلتا ہے کہ وہ منافق نہیں تھے اگر وہ دل کی گہرائی سے اطاعت وفرمانبرداری کرنے لگتے تو اللہ تعالی ان کو مومنین کے زمرہ میں شامل فرما کر ان کے گناہوں کو معاف فرما دیتا، ارشاد ہے''ان الـلـه غفور رحیم''

آج ہم مسلمان اسلام کے جن ظاہری ارکان کو بجالاتے ہیں، وہ چاہے کلمہ ہو، نماز وروزہ ہو یا حج وزکوۃ، کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم ان چیزوں کو یوں ہی رواروی اور ظاہری رسم ورواج کے طور پر اپنائے ہوئے ہیں؟ جمعہ میں ہماری مسجدیں بھر جاتی ہیں کہ ہر شخص اپنے مسلمان ہونے کا ثبوت جمعہ کی نماز پڑھ کر دینا چاہتا ہے، وہ بھی صرف نماز نہ تو خطبہ کے سننے کا اہتمام اور نہ ہی سنن کی ادائیگی، اور یہ اس لئے کہ جمعہ کے دن کی غیر حاضری سماج میں معیوب سمجھی جاتی ہے کہ فلاں شخص تو جمعہ کی نماز بھی نہیں پڑھتا ہے، ورنہ اگر ہمارا دل یقین واعتماد سے لبریز ہوتا تو ہر نماز میں ہماری مسجدیں آباد رہتیں، یہی حال دوسرے اعمال کا بھی ہے، روزہ بھی اس لئے رکھتے ہیں کہ سماج ومعاشرہ میں روزہ کا عام رواج ہے، نہ رکھنے پر لوگوں کی نگاہ میں برے سمجھے جائیں گے، زکوۃ، ایک تو ٹھیک سے حساب لگا کر ادا کرنے والوں کی تعداد بہت ہی کم ہے اور جو لوگ دیتے بھی ہیں تو احسان سمجھ کر، کہ گویا زکوۃ دے کر ہم نے بڑا احسان کیا، لوگ ہماری اس اہمیت کو سمجھیں اور ہمیں سخی کہیں، حج فرض ہو جانے کے بعد یہ رجحان ہوتا ہے کہ حج کرنے سے سماج میں حاجی صاحب کہلائیں گے اور لوگ عزت وقدر کی نگاہ سے دیکھیں گے اور یہ سب بھی بغیر سمجھے بوجھے، اکثروں کو تو اپنے عقیدہ کا بھی پتہ نہیں، طہارت ونماز کے بھی مسائل معلوم نہیں اور نہ ہی ان چیزوں کو سیکھنے اور جاننے کی کوشش کرتے ہیں، غرض ہماری اکثریت کا حال یہی ہے، مخلصین کی تعداد جوان اعمال کو صحیح طریقہ پر پوری واقفیت کے ساتھ دینی فریضہ سمجھ کر اللہ کی رضا کے لئے کرتے ہوں، کم ہوتی چلی جارہی ہے، جس کی وجہ سے ہمارے اعمال کی روح ختم ہو کر کھوکھلا جسم باقی رہ گیا ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قریب ہے کہ ایک زمانہ آئے گا کہ ساری قومیں تمہارے اوپر اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جیسے کھانے والے پیالے پر ٹوٹ پڑتے ہیں، ایک صحابی نے عرض کیا کہ کیا ہماری تعداد اس زمانے میں کم ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بلکہ تمہاری تعداد ان دنوں میں آج سے زیادہ ہوگی لیکن تم لوگوں کی حیثیت پانی کے جھاگ کی طرح ہوگی (یعنی حقیقت وروح تمہارے اندر کی ختم ہو چکی ہوگی) اور اللہ تعالی تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں وہن پیدا کردے گا، ایک صحابی نے پوچھا کہ وھن کیا چیز ہے اے اللہ کے رسول ﷺ؟ آپ ﷺ نے فرمایا دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔''عـن ثـوبان قال قال رسول الله صلى الـلـه عـلـيـه و سـلـم: يوشك الأمم أن تداعى عليكم كما تداعى الأكـلـة إلـى قصعتها، فقال قائل : و من قلة نحن يومئذ؟ قال: بل أنتـم يـومـئـذ كثيـر و لكنكم غثاء كغثاء السيل و لينزعن الله من صـدور عـدو كـم المهابة و ليقذفن الله في قلوبكم الوهن ، فقال قائل : يا رسول الله ماالوهن؟ قال حب الدنيا و كراهية الموت'' (سنن ابوداؤد، رقم:۴۲۹۹)

چنانچہ دنیا کی محبت نے ہم کو اس طرح اندھا کر دیا کہ ہم اپنے اخروی ہر نفع ونقصان سے پرے ہو کر صرف اور صرف دنیا کے ہو کر رہ گئے ہیں اور ہمارا مقصد اچھی ملازمت، اچھا کھانا کپڑا، مکان وگاڑی اور دنیوی عہدے ومناصب رہ گئے ہیں، اور ہماری ساری کوششیں اور تگ ودو اسی دنیا کے گرد گھوم رہی ہیں، جس کے نتیجہ میں آج ہم دنیا کی سب سے حقیر وذلیل قوم بنتے چلے جارہے ہیں، آج جبکہ ساری قومیں ہمارے خلاف محاذ آرائی کے لئے تیار بیٹھی ہیں، (بقیہ: صفحہ ۳۲ رپر)

بورڈ کی سرگرمیوں کا مختصر خاکہ

مرتب: ڈاکٹر محمد وقار الدین لطیفی ندوی

● پرنٹ والیکٹرانک میڈیا نے حلالہ کے موضوع کو عین طلاق ثلاثہ پر فیصلہ سے کچھ دنوں پہلے پوری منصوبہ بندی کے ساتھ اٹھایا، لوگوں کی نگاہیں بورڈ کی طرف اٹھیں اسی تناظر میں مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے ۱۸/اگست ۲۰۱۷ء کو حسب ذیل صحافتی بیان جاری فرمایا:

جسے حلالہ کہا جارہا ہے اسکی اسلام میں گنجائش نہیں ہے

حال ہی میں بعض الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا میں حلالہ پر بحث شروع ہوئی ہے اور حسب سابق پھر الیکٹرانک میڈیا نے اس موضوع کو کھڑا کیا ہے، مسلم پرسنل لا بورڈ کے ذریعہ صحیح صورتحال کی وضاحت کی جاچکی ہے اور نئی بحث کے پیش نظر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے زیر بحث حلالہ کی نوعیت کو واضح کرتے ہوئے اپنے صحافتی بیان میں کہا ہے کہ حلالہ کو جس طرح میڈیا کے ذریعہ چند دنوں قبل پیش کیا گیا ہے اور پہلے بھی اس طرح کی کوشش ہوئی ہے اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے، اگر کوئی شخص روپے لے کر اور ایک ایگریمینٹ کے تحت نکاح کرتا ہے کہ وہ دوچار دنوں کے بعد طلاق دیدیگا تو شرعاً یہ بہت بڑا جرم ہے انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے والوں اور ایسا کرنے والیوں پر لعنت بھیجی ہے، اس طریقۂ کار کی شرعی نقطۂ نظر سے کوئی گنجائش نہیں ہے اور ایسا کرنے والے مجرم ہیں۔ میڈیا کو چاہئے کہ وہ غلط فہمی اور بدگمانی کی بنیاد پر چیزوں کو پیش نہ کرے اسکی ذمہ داری ہے کہ وہ صحیح صورتحال کی معلومات حاصل کرلے۔

● طلاق ثلاثہ پر سپریم کورٹ نے متضاد فیصلہ ۲۲/اگست ۲۰۱۷ء کو سنایا اس فیصلہ کا جائزہ لینے کے بعد حضرت جنرل سکریٹری صاحب آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اسی دن حسب ذیل پریس بیان جاری فرمایا:

وحدت، اجتماعیت اور مسلسل محنت کے ذریعہ پیچیدہ مسائل حل ہوتے ہیں

سپریم کورٹ کا تازہ فیصلہ متضاد ہے

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ باہم مشورہ کے بعد اگلا لائحہ عمل طے کرے گا

طلاق، تعدد ازدواج اور حلالہ سے متعلق ملک کی سب سے بڑی عدالت (سپریم کورٹ) میں جاری مقدمہ کا فیصلہ باہم ٹکرا رہا ہے، سپریم کورٹ نے فیصلہ دیا ہے کہ پرسنل لا پورے طور پر محفوظ رہے گا، وہ آئین ہند کی دفعہ ۲۵ کے دائرے میں آتا ہے، فیصلہ کا یہ حصہ تمام مسلمانان ہند کی کامیابی ہے، سپریم کورٹ کا یہ فیصلہ واضح کرتا ہے کہ شرعی احکام مسلم پرسنل لا کا حصہ ہیں، اور ان میں ترمیم یا اضافہ کا حق کورٹ کو حاصل نہیں ہے، سپریم کورٹ کے تازہ فیصلہ سے متعلق ان خیالات کا اظہار آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی مدظلہ نے فرمایا: انہوں نے فرمایا کہ سپریم کورٹ کے فیصلے کے دوسرے حصے میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ تین طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لحاظ سے یہ فیصلہ باہم ٹکرا رہا ہے، ایک طرف کورٹ کہہ رہا ہے کہ پرسنل لا میں تبدیلی نہیں ہوسکتی، اور دوسری طرف تین طلاق کو بے اثر قرار دے رہا ہے، فیصلہ کے دوسرے حصہ سے بددل یا مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے، ایک مجلس میں تین طلاق کو شریعت نے پسند نہیں کیا ہے، اور اسے گناہ قرار دیا گیا ہے، لیکن اگر کوئی تین طلاق دیدے تو طلاق ہوجائے گی، یہ بھی مسلم پرسنل لا کا حصہ ہے، سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلے کے تناظر میں حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی جنرل سکریٹری بورڈ نے فرمایا کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے بھرپور تیاری کے ساتھ یہ مقدمہ لڑا، بہترین وکلاء کے ذریعہ بورڈ نے اپنا موقف پوری مضبوطی کے ساتھ کورٹ کے سامنے پیش کیا، متعدد مرتبہ نامور علماء اور ماہر وکلاء کے درمیان مشورہ ہوا، اور بورڈ نے طویل غور وخوض کے بعد ملکی

اورشرعی قوانین کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے دلائل کورٹ کے سامنے پیش کیے ،کورٹ میں جو بحث بورڈ کی جانب سے پیروی کرنیوالے وکلاء نے کی وہ بھی بہت واضح ، مدلل اورمکمل تھی۔ خود فیصلے میں ججوں کی رائے میں بھی اختلاف ہے،مگر بورڈ سپریم کورٹ کے فیصلے کا احترام کرتا ہے،اوراگلا لائحۂ عمل مجلس عاملہ کے اجلاس میں طے کریگا، جو ۱۰ر ستمبر ۲۰۱۷ء کو بھوپال میں منعقد ہورہا ہے۔انہوں نے کہا کہ مشکل مسائل،وحدت واجتماعیت اورمسلسل محنت کے ذریعہ حل ہوتے ہیں،بورڈ پوری ہم آہنگی کے ساتھ قانون شریعت کی حفاظت کی جدوجہد کرتا رہے گا۔

- ۲۴ر اگست ۲۰۱۷ء کو سپریم کورٹ کی نو ججوں نے حق راز داری کے معاملہ پر جو فیصلہ دیا اس کے تعلق سے جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی طرف سے ۲۶ر اگست ۲۰۱۷ء کوحسب ذیل بیان جاری کیا گیا:

۲۴ر اگست ۲۰۱۷ء کو عدالت عالیہ کے نو فاضل ججوں نے حق راز داری پرایک اہم فیصلہ سناتے ہوئے اسے ملک کے تمام شہریوں کا بنیادی حق قرار دیا۔عدالت نے اس بات کو بھی تسلیم کیا کہ آئینی حقوق کی ضمانت اس بات پر منحصر نہیں ہے کہ انہیں اکثریت کی حمایت حاصل ہو۔

اس معنی میں یہ فیصلہ تاریخی اہمیت کا حامل ہے کہ اس میں اس اصول کو اعتبار بخشا گیا ہے کہ ''اکثریت کا تصور'' آئینی حقوق پر منطبق نہیں ہوتا۔ یہ فیصلہ قانون ساز اداروں میں موجود اکثریتوں کے برخلاف بنیادی حقوق کے تحفظ کے لیے حکومتی اختیارات کی تخفیف کی جانب پیش قدمی کے مترادف ہے۔ یہ فیصلہ نتیجتاً حکومت کی منصوبہ سازی، قانون سازی کے عمل اورانتظامی امور پرنگرانی کی صورت فراہم کرے گا اوران چیزوں کو قابو میں رکھے گا۔

مذہبی اموراور ہماری زندگی کے وہ پہلو جن کا تعلق مذہب سے بھی ہے، جیسے ہماری عبادت کے طریقے، کھانا پینا، شادی بیاہ، اور بچے کی پیدائش اوراموات سے متعلق رسوم واعمال، یہ اہم ترین نجی امور میں شامل ہیں۔عدالت عالیہ نے کسی انسان کے گھر، اس کی شخصیت، اوراس کی نجی زندگی کو حکومت کی رسائی سے بالاتر رکھ کر انسان کی زندگی کے ان پہلوؤں کو بھی حکومت کے متعصّبانہ اور جانبدار رویوں کی پہنچ سے بالاتر کردیا ہے جن کا تعلق مذہب سے ہے۔ واضح رہے کہ یہ فیصلہ ۲۲ر اگست ۲۰۱۷ء کو فاضل ججوں کی ایک پانچ رکنی بنچ کے ذریعے ''طلاق ثلاثہ'' کے مقدمے میں بیان کردہ قانون کے ساتھ مل کر، جس میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ آئین کی دفعہ ۲۵ر میں موجود مذہبی آزادی کا مطلب مطلقا مذہبی امور ہیں، ان امور کو ہندوستان جیسے سیکولر اسٹیٹ میں تحفظ فراہم کرتا ہے۔

یہ فیصلہ بالعموم ملک کے تمام شہریوں کے علاوہ خصوصی طور پر اقلیتوں، درج فہرست ذات، درج فہرست قبائل اوران گروہوں کے لیے معاون ثابت ہوگا جنہیں اکثر وبیشتر اکثریتی نظریات پرمبنی عاملہ اورقانون سازاداروں کی کارروائیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

- ۱۰ر ستمبر ۲۰۱۷ء کو اندرا پریہ درشنی کالج کھانو گاؤں بھوپال میں مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا ایک اہم اجلاس ہوا اس اجلاس کے بعد ۱۱ر ستمبر ۲۰۱۷ء کوحسب ذیل اخباری بیان جاری کیا گیا:

مسلمانان ہند دین وشریعت پرعمل کا مزاج بنائیں

بورڈ کی جانب سے پورے ملک میں خواتین اورشریعت سے واقف مردوں کے اجلاس منعقد کرنے کا فیصلہ

تین طلاق کے سلسلہ میں سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلے میں جہاں ایک طرف مسلم پرسنل لا کو محفوظ مانا گیا ہے وہیں تین طلاق کو کالعدم قرار دے کر مسلم پرسنل لا کے ایک حصہ پر پابندی لگا دی گئی ہے، جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے ، اسی طرح اس فیصلے میں شریعت کا ماٗخذ صرف قرآن پاک کو تسلیم کیا گیا ہے ، حالانکہ شریعت اسلامی کے ماٗخذ چار ہیں ، قرآن ، حدیث ،اجماع، قیاس، مذکورہ بالا باتوں کے پیش نظر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ سپریم کورٹ کے فیصلہ کا احترام کرتے ہوئے یہ کہنے پر مجبور ہے کہ یہ فیصلہ مسلم پرسنل لا کے مطابق نہیں ہے اور دستور ہند میں اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارنے کا جو بنیادی حق تمام مذاہب کے ماننے والوں کو دیا گیا ہے، وہ حق بھی اس سے متاثر ہو رہا ہے۔

اس صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ چونکہ یہ مسئلہ خواتین سے متعلق ہے اس لئے پورے ملک کے طول وعرض میں خواتین اور شریعت سے واقف مردوں کے چھوٹے بڑے اجلاس منعقد کئے جائیں گے، اور ہر جلسے میں ایک قرارداد منظور کر کے صدر جمہوریہ، وزیر اعظم، وزیر قانون، ویمن کمیشن اور لا کمیشن کو بھیجی جائے گی جسمیں اس بات کا اعلان واظہار کیا جائے کہ ہم مسلمان خواتین اور مرد شریعت اسلامی پر یقین رکھتے ہیں، اور طلاق شریعت اسلامی کا حصہ ہے جس پر پابندی ہماری حق تلفی ہے، اس لئے مسلم پرسنل لا پر عمل کی جو آزادی ہمیں حاصل ہے اسے برقرار رکھا جائے، ایسے اجلاس منعقد کرنے اور قرارداد منظور کر کے اسے بھیجنے کے سلسلہ میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ ملک کی دینی وملی جماعتوں، تنظیموں، اور اداروں سے تعاون چاہتا ہے اور امید کرتا ہے کہ اس اہم کام کی طرف فوری توجہ دی جائے گی۔ انشاءاللہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ تمام مسلمانان ہند کو متوجہ کرتا ہے کہ دین وایمان کی نعمت سب سے بڑی نعمت ہے اور شریعت اسلامی پر عمل ہر مسلمان کا فرض منصبی ہے اس لئے تمام مسلمانان ہند زندگی کے ہر حصہ میں شرعی احکام وقوانین پر عمل کا مزاج بنائیں، غیر شرعی اعمال ورسوم سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں، اور ہر قیمت پر اپنے دین اور شریعت کے تحفظ کو یقینی بنائیں۔

- ویمنس ونگ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے خواتین و طالبات کے لئے ایک سیمینار بعنوان ''اسلام میں خاندان کا تصور'' ۱۳/اگست ۲۰۱۷ء ۔ ۳/بجے دن انڈیا اسلامک سنٹر لودھی روڈ میں منعقد ہوا۔

سیمینار کا آغاز قرآن پاک سے ہوا۔ محترمہ زینت مہتاب صاحبہ رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں خاندان کی اہمیت اور رشتوں کی قدر کو سمجھایا اور کہا کہ مسلم خواتین کی بڑی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ گھر اور خاندان کو صالح اور نیک بنائیں۔

محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے مہمانوں کا استقبال کیا اور شعبہ خواتین ویمنس ونگ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی کارکردگی پر روشنی ڈالی اور ٹول فری نمبر 18001028426 سے شرکاء کو واقف کروایا۔

محترمہ غزالہ ہاشمی صاحبہ رکن اصلاح معاشرہ کمیٹی نئی دہلی نے ماں کی ذمہ داریوں پر مخاطب کیا اور کہا کہ آج کے دور کا بڑا چیلنج اولاد کی صحیح خطوط پر تربیت ہے بچوں کو Social Media بہت زیادہ متاثر کر رہا ہے انکی ذہنی اور فکری تربیت ماؤں کی ذمہ داری ہے۔ ماؤں کو چاہئے کہ وہ اپنا وقت اولاد کی نگہداشت اور اصلاح وتربیت پر صرف کریں۔

محترمہ یاسمین فاروقی صاحبہ رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ جے پور نے کہا مسلمانوں کی سب سے اہم ضرورت تعلیم ہے۔ تعلیم وتربیت کے ذریعہ ہم قوم کو اونچا اٹھا سکتے ہیں۔ امہات المؤمنین، صحابیات اور ائمہ کرام کی ماؤں سے سبق سیکھنے کی ضرورت ہے اور آج کا دور ہم سے قربانی چاہتا ہے۔ ہم دین میں دیئے گئے حقوق سے واقف ہوں اور اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں۔

محترمہ ڈاکٹر اسماء زہرہ مسئولہ ویمنس ونگ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے کہا اسلام میں خاندان کا تصور بہت وسیع ہے جبکہ فضائل وبرکات سے ہم واقف نہیں۔ شریعت اسلامی میں خاندانی نظام جو رکھا گیا ہے اسکے ذریعہ خواتین بچوں اور بزرگوں کی حفاظت کا انتظام بھی ہے اور انسانی نسلوں خاص کر نسل مسلم کی پاک اور صاف آبیاری کے لئے جو قوانین دیئے گئے وہ ہم سب کیلئے عظیم نعمت ہیں۔ دشمنان اسلام کو ہمارے طریقہ کار سے شدید نفرت اور خوف ہے۔ نکاح، شادی بیاہ طلاق، عدت کے احکامات، وراثت کے اصول پر آئے دن تنقید کی جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج دنیا کے تمام معاشروں میں خاندانی نظام ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ عورت کی آزادی کا نعرہ دے کر عورت کو گھر اور خاندان سے کاٹ دیا گیا جسکے نتیجہ میں نہ صرف رشتہ ازدواج متاثر ہوا ہے بلکہ بچوں اور بزرگوں کی دیکھ بھال بھی ایک بڑا مسئلہ بنا ہوا ہے۔ حال ہی میں یوروپ کے 32 ممالک کی رپورٹ آئی ہے جو بتاتی ہے کہ شادی شدہ جوڑوں کی تعداد گھٹ چکی ہے۔ Unmarried Couple غیر شادی شدہ جوڑوں کا فیشن اس معاشرہ میں چل پڑا ہے۔

سین فرانسکو کی آبادی کا 52% حصہ Bachelor Quarters میں رہتا ہے۔جسکی وجہ سے دوسری سماجی برائیوں میں اضافہ ہورہا ہےاور کرسچین سماج کی آبادی گھٹ رہی ہے۔

ڈاکٹر اسماء نے کہا کہ مسلمانوں کے لئے خاندانی نظام اللہ کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے۔ ہم کو اسکی قدر کرنی چاہئے، صالح گھرانے کی تعمیر اور تشکیل میں خواتین کا اہم رول اور ذمہ داری ہے۔خواتین کو چاہئے کہ اس ذمہ داری کو بخوبی ادا کریں۔

محترمہ بشریٰ سنجل صاحبہ اور ڈاکٹر حلیمہ سعدیہ صاحبہ نے سیمینار کو مخاطب کیا۔خواتین اور طالبات کی کثیر تعداد نے اس سیمینار میں شرکت کی۔

- وفیات:

ارکان بورڈ میں جناب سلطان احمد صاحب ایم پی ۴؍ستمبر ۲۰۱۷ء، حضرت مولانا مفتی محمد اشرف علی باقوی صاحب ۸؍ستمبر ۲۰۱۷ء، جناب ڈاکٹر قمر الاسلام صاحب (ایم ایل اے) ۱۸؍ستمبر ۲۰۱۷ء، کو انتقال فرماگئے۔

غیر ارکان بورڈ میں حضرت مولانا محمد یونس جونپوری صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور ۱۱ جولائی ۲۰۱۷ء کو، رکن بورڈ مولانا سید محمد شاہد حسنی مظاہری صاحب کے والد محترم جناب مولانا حکیم سید محمد الیاس صاحب ۱۳؍جولائی ۲۰۱۷ء کو، مولانا شفیق احمد قاسمی صدر مدرس دارالعلوم امدادیہ ممبئی ۱۹؍جولائی ۲۰۱۷ء کو، ڈاکٹر سید کلب صادق قبلہ مجتہد نائب صدر بورڈ کی ہمشیرہ مرضیہ بیگم صاحبہ ۳؍اگست ۲۰۱۷ء کو، رکن بورڈ مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب کے والد محترم ماسٹر نور الہدیٰ رحمانی صاحب ۷؍اگست ۲۰۱۷ء کو، رکن بورڈ مفتی محمد مکرم احمد صاحب کے بھائی مفتی محمد معظم احمد صاحب نائب امام مسجد فتحپوری ۹؍اگست ۲۰۱۷ء کو، حضرت مولانا ظہیر الدین اثری صاحب شیخ الحدیث جامعہ دارالسلام عمر آباد ۱۴؍اگست ۲۰۱۷ء کو انتقال فرماگئے۔

اللہ تعالیٰ ان سب کی مغفرت فرمائے اور ان سب کے درجات بلند فرمائے۔آمین

۞۞۞

بقیہ: اپنے ایمان کا جائزہ لیجئے!

اس وقت بھی ہم غافل اور بے خبری کے عالم میں زندگی گزار رہے ہیں، دین سے دوری بڑھتی ہی جارہی ہے، دنیوی اسباب و وسائل کی طرف پوری توجہ ہے اور مسبب الاسباب سے بے توجہی ہے، آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم مسلمان اپنے کو بدلنے کی پوری کوشش کریں، دلوں میں یقین واعتماد کا جذبہ پیدا کریں، اللہ کی بتائی ہوئی تعلیمات واحکام کو دل وجان سے قبول کریں اور ہمارے اعمال اس کا ثبوت پیش کرنے لگیں کہ واقعی اہمیت اور ضرورت کے احساس کے ساتھ دین کو سیکھیں اور سمجھ کر عمل کریں، اپنی اولاد کے تئیں حساس ہوں اور ان کو بھی دین کی اہمیت بتا کر اس سے پوری واقفیت کرائیں، اس کا علم سکھائیں، عقائد مضبوط کرائیں، عورتوں اور بچیوں کو پردہ کے فوائد اور بے پردگی کے نقصانات سے واقف کرائیں، مغربی تہذیب جو ہمارے گھروں میں گھس آئی اس سے خود کو بھی اور اپنی اولاد کو بھی محفوظ رکھنے کی کوشش کریں، اخلاق وکردار کو درست کریں، اسلامی امتیاز وتشخص کو اپنائیں اور اپنی آمد وخرچ میں حلال وحرام کا خاص خیال رکھیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی نصرت وحمایت آج بھی ہمارے لئے اسی طرح اترسکتی ہے جس طرح ہمارے اسلاف کے لئے اترتی رہی اور آج کی پوری دنیا بھی امن وسکون کا گہوارہ بن سکتی ہے جس طرح ماضی میں بنی رہی۔اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے ''و اتقوا اللہ و اعلموا أن اللہ مع المتقین'' (البقرہ، آیت:۱۹۴) اللہ سے ڈرو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے، حضرت مولانا عبد الماجد دریابادی رحمہ اللہ اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں ''قانون الٰہی یہ ہے کہ اللہ کی فتح ونصرت، رحمت وعنایت شامل حال انہی لوگوں کے رہتی ہے، جو اس کی خشیت وعظمت اپنے دل میں رکھتے ہیں اور متقی ہوتے ہیں۔'' (تفسیر ماجدی)

۞۞۞